ع ۱۱۰۵

سراج الدین عیسائی کے چار سوالوں کا

جواب

ع ۱۱۰۶

ابطال الوہیت مسیح

ع ۱۱۰۷

نور القرآن

از وقف [illegible] کتابخانه [illegible] مسعودیه

[illegible] ۵ [illegible] مرحوم [illegible] ۹

[illegible] حاج [illegible] مسعودیه

[illegible] ۵ [illegible] حاج سید محمد [illegible]

[illegible]

[illegible] ۵ [illegible]

۱۱۰۵ع

سراج الدین

عیسائی

کے چار سوالون کا

جواب

سنہ ۱۹۰۱ع

مطبع بشیر ہند امرتسر مین باہتمام ڈاکٹر عباد اللہ صاحب
ایم بی کے طبع ہوا

کتبخانہ وقف منصبیہ میرٹھ

بسم الله الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی

ایک صاحب سراج الدین نام عیسائی نے لاہور سے چار سوال بغرض طلب جواب میریطرف بھیجے ہین - مین مناسب سمجھتا ہون کہ فایدہ عام کے لئے انکا جواب لکھکر شایع کردون - لہذا ہر چہار سوال معہ جواب ذیل مین لکھے جاتے ہین -

سوال - ۱ "عیسائی عقاید کے مطابق مسیح کا مشن اس دنیا مین بنی نوع انسان کی محبت کے لئے آنا اور نوع انسان کی خاطر اپنے تئین قربان کر دینا تھا - کیا بانی اسلام کا مشن ان دونون معنون مین ظاہر ہو سکتا ہے یا نہین ؟ یا محبت اور قربانی کے علاوہ کسی اور بہتر الفاظ مین اس مشن کو ظاہر کر سکتے ہین" - ؟

الجواب - واضح ہو کہ اس سوال سے اصل مطلب سایل کا یہ معلوم ہوتا ہے کہ جسطرح عیسائیون کے خیال کے موافق دنیا مین یسوع مسیح اسلئے آیا تھا کہ گنہگارون سے محبت کر کے اُن کے گناہون کی لعنت اپنے سر پر لیوے اور پھر انہی گناہون کیوجہ سے مارا جائے کیا اس **لعنتی قربانی** کا کوئی نمونہ ... گنہگارون کی نجات کیلئے قرآن بھی پیش کرتا ہے یا نہین ؟ اور اگر نہین پیش کرتا تو کیا اس سے کوئی بہتر طریق انسانون کی نجات کیلئے قران نے پیش کیا ہے ؟ سو اسکے جواب مین میان سراج الدین صاحب کو معلوم ہو کہ قرآن شریف کوئی لعنتی قربانی پیش نہین کرتا بلکہ ہرگز جائز نہین رکھتا کہ ایک کا گناہ یا ایک کی لعنت کسی دوسرے پر ڈالی جائے چہ جائیکہ کروڑہا لوگون کی لعنتین اکٹھی کر کے ایک کے گلے مین ڈالدی جائین قرآن شریف صاف فرماتا ہے کہ **لا تزر وازرة وزر اخرٰی** یعنے ایک کا بوجھ دوسرا نہین اٹھائیگا لیکن قبل اسکے جو مین مسئلہ نجات کے متعلق قرآنی ہدایت بیان کرون مناسب دیکھتا ہون کہ عیسائیون کی اس اصول کی غلطی لوگون پر ظاہر کر دون تا وہ شخص جو اس مسئلہ مین قرآن اور انجیل کی تعلیم کا مقابلہ کرنا چاہتا ہے وہ آسانی سے مقابلہ کر سکے -

پس واضح ہو کہ عیسائیون کا یہ اصول کہ خدا نے دنیا سے پیار کر کے دنیا کو نجات دینے کیلئے یہ انتظام کیا کہ نافرمانون اور کافرون اور بدکارون کا گناہ اپنے پیارے بیٹے یسوع پر ڈالدیا اور دنیا کو گناہ سے چھوڑانے کے لئے اسکو لعنتی بنایا اور لعنت کی لکڑی سے لٹکایا یہ اصول ہر ایک پہلو سے فاسد در قابل شرم ہے اگر میزان **عدل** کے لحاظ سے اسکو جانچا جائے تو صریح یہ بات ظلم کی صورت مین ہے کہ زید کا گناہ بکر پر ڈالدیا جاوے انسانی کانشنس اس بات کو ہرگز پسند نہین کرتا کہ ایک مجرم کو چھوڑ کر اُس مجرم کی سزا غیر مجرم کو دیجاوے - اور اگر روحانی فلاسفی کے رو سے گناہ کی حقیقت پر غور کیجاوے

تواس تحقیق کے رُو سے بہی یہ عقیدہ فاسد ٹہرتا ہے کیونکہ گناہ درحقیقت ایک ایسا زہر ہے جو اُس وقت پیدا ہوتا ہے
کہ جب انسان خدا کی اطاعت اور خدا کی پُرجوش محبت اور محبانہ یاد الٰہی سے محروم اور بے نصیب ہو اور جیسا
کہ ایک درخت جب زمین سے اُکھڑ جائے اور پانی چوسنے کے قابل نہ رہے تو وہ دن بدن خشک ہونے لگتا ہے
اور اُسکی تمام سرسبزی برباد ہو جاتی ہے یہی حال اُس انسان کا ہوتا ہے جس کا دل خدا کی محبت سے اُکھڑا ہوا
ہوتا ہے پس خشکی کیطرح گناہ اُسپر غلبہ کرتا ہے سو اس خشکی کا علاج خدا کے قانون قدرت میں تین طور سے ہے
(۱) ایک محبت (۲) استغفار جسکے معنے ہیں دبانے اور ڈہانکنے کی خواہش۔ کیونکہ جب تک مٹی میں
درخت کی جڑ جمی رہے تب تک وہ سرسبزی کا امیدوار ہوتا ہے (۳) تیسرا علاج توبہ ہے۔ یعنی زندگی
کا پانی کہینچنے کے لیئے تذلل کیساتھ خدا کیطرف پہرنا اور اُس سے اپنے تئیں نزدیک کرنا اور معصیت کے حجاب
اعمال صالحہ کیساتھ اپنے تئیں باہر نکالنا۔ اور توبہ صرف زبان سے نہیں ہے بلکہ توبہ کا کمال اعمال صالحہ کے
ساتھ ہے۔ تمام نیکیاں توبہ کی تکمیل کے لئے ہیں کیونکہ سب سے مطلب یہ ہے کہ ہم خدا سے نزدیک ہو جائیں۔
دعا بھی توبہ ہے کیونکہ اُس سے بہی ہم خدا کا قرب ڈہونڈتے ہیں اسی لئے خدا نے انسان کی جان کو پیدا کر کے
اُسکا نام روح رکہا کیونکہ اُسکی حقیقی راحت اور آرام خدا کے اقرار اور اُسکی محبت اور اُسکی اطاعت میں ہے
اور اُسکا نام نفس رکہا۔ کیونکہ وہ خدا سے اتحاد پیدا کرنیوالا ہے خدا سے دل لگانا ایسا ہوتا ہے جیسا کہ باغ
میں وہ درخت ہوتا ہے جو باغ کی زمین سے خوب پیوستہ ہوتا ہے یہی انسان کا جنت ہے اور جس
طرح درخت زمین کے پانی کو چوستا اور اپنے اندر کہینچتا اور اُس سے اپنے زہریلے بخارات باہر نکالتا ہے
اسیطرح انسان کے دل کی حالت ہوتی ہے کہ وہ خدا کی محبت کا پانی چوسکر زہریلے مواد کے نکالنے پر
قوت پاتا ہے اور بڑی آسانی سے اُن مواد کو دفع کرتا ہے اور خدا میں ہو کر پاک نشو و نما پاتا جاتا ہے
اور بہت پہیلتا اور خوشنما سرسبزی دکہلاتا اور اچہے پہل لاتا ہے مگر جو خدا میں پیوستہ نہیں وہ نشو
و نما دینے والے پانی کو چوس نہیں سکتا۔ اسلیئے دمبدم خشک ہوتا چلا جاتا ہے آخر پتے بہی گرجاتے
ہیں اور خشک اور بدشکل ٹہنیاں رہ جاتی ہیں پس چونکہ گناہ کی خشکی بے تعلقی سے پیدا ہوتی ہے اسلیئے اُس خشکی کے دور کرنیکے لئے
مستحکم تعلق ہے جسپر قانون قدرت گواہی دیتا ہے اسی کیطرف اللہ جلشانہ اشارہ کر کے فرماتا ہے
یٰایتھا النفس المطمئنۃ ارجعی الیٰ ربک راضیۃ مرضیۃ فادخلی فی عبادی وادخلی
جنتی۔ یعنی اے وہ نفس جو خدا سے آرام یافتہ ہے اپنے رب کیطرف واپس چلا آ وہ
تجہسے راضی اور تو اُس سے راضی پس میرے بندوں میں داخل ہو جا اور میرے بہشت کے اندر آ
غرض گناہ کے دور کرنے کا علاج صرف خدا کی محبت اور عشق ہے لہٰذا وہ تمام اعمال
صالحہ جو محبت اور عشق کے سرچشمہ سے نکلتے ہیں گناہ کی آگ پر پانی چہڑکتے ہیں کیونکہ انسان خدا
کے لیئے نیک کام کر کے اپنی محبت پر مہر لگاتا ہے۔ خدا کو اسطرح جیر مان لینا کہ اُسکو ہر ایک چیز پر مقدم
رکہنا یہانتک کہ اپنی جان پر بہی۔ یہ وہ پہلا مرتبہ محبت ہے جو درخت کی اُس حالت سے مشابہ ہے
جبکہ وہ زمین میں لگایا جاتا ہے اور پہر دوسرا مرتبہ استغفار جس سے یہ مطلب ہے کہ خدا سے الگ ہو کر

نفس مطمئنہ

نوٹ نفس لغت میں عین شے کے معنے رکہتا ہے

انسانی وجود کا پردہ نہ کھل جائے اور دوسرا مرتبہ جسکی اُس حالت سے مشابہ ہے جبکہ وہ زور کرکے پورے طور پر اپنی جڑھ زمین مین قائم کر لیتا ہے اور تیسرا مرتبہ تو بجز اُس حالت کے مشابہ ہے کہ جب درخت اپنی جڑین پانی سے قریب کرکے بچہ کیطرح اُسکو چوستا ہے غرض گناہ کی فلاسفی یہی ہے کہ وہ خدا سے جدا ہو کر پیدا ہوتا ہے لہذا اُسکا دور کرنا خدا کے تعلق سے وابستہ ہے پس وہ کیسے نادان لوگ ہین جو کسی کی خودکشی کو گناہ کا علاج کہتے ہین

یہ ہنسی کی بات ہو کہ کوئی شخص دوسرے کے سر درد پر رحم کرکے اپنے سر پر پتھر مارے یا دوسرے کے بچانے کے خیال سے خودکشی کر لے۔ میرے خیال مین ہے کہ دنیا مین کوئی ایسا دانا نہین ہوگا کہ ایسی خودکشی کو انسانی ہمدردی مین خیال کریگے۔ بیشک انسانی ہمدردی عمدہ چیز ہے اور دوسرون کے بچانے کے لیے تکالیف اٹھانا بڑے بہادرون کا کام ہے۔ مگر کیا اُن تکلیفون کے اٹھانے کی یہی راہ ہے جو یسوع کی نسبت بیان کیا جاتا ہے۔ کاش اگر یسوع خودکشی سے اپنے تئین بچاتا اور دوسرون کے آرام کے لیے معقول طور پر عقلمندون کیطرح تکلیفین اٹھاتا تو اُسکی ذات سے دنیا کو فایدہ پہنچ سکتا تھا۔ مثلاً اگر ایک غریب آدمی گھر کا محتاج ہے اور معمار لگانے کی طاقت نہین رکھتا تو اسصورت مین اگر ایک معمار اُسپر رحم کرکے اُسکا گھر بنانے مین مشغول ہوجائے اور بغیر لینے اجرت کے چند روز سخت مشقت اٹھاکر اُس کا گھر بنا دیوے تو بیشک یہ معمار تعریف کے قابل ہوگا اور بیشک اُسنے ایک مسکین پر احسان بھی کیا ہے جسکا گھر بنا دیا لیکن اگر وہ اُس شخص پر رحم کرکے اپنے سر پر پتھر مار لے تو اُس غریب کو اُس سے کیا فایدہ پہنچیگا۔ افسوس دنیا مین بہت تھوڑے لوگ ہین جو نیکی اور رحم کرنے کے معقول طریق پر چلتے ہین اگر یہ سچ ہے کہ یسوع نے اس خیال سے کہ میرے مرنے سے لوگ نجات پاجاینگے درحقیقت خودکشی کی ہے تو یسوع کی حالت نہایت ہی لائق رحم ہے اور یہ واقعہ پیش کرنے کے لائق نہین بلکہ چھپانے کے لائق ہے

اور اگر ہم عیسائیون کے اس اصول کو لعنت کے مفہوم کے رو سے جانچین جو مسیح کی نسبت تجویز کیگئی ہے تو نہایت افسوس کیساتھ کہنا پڑتا ہے کہ اس اصول کو قایم کرکے عیسائیون نے یسوع مسیح کی وہ بے ادبی کی ہے جو دنیا مین کسی قوم نے اپنے رسول یا نبی کی نہین کی ہوگی کیونکہ یسوع کا لعنتی ہوجانا گو وہ تین دن کے لیے ہی ہو عیسائیون کے عقیدہ مین داخل ہے اور اگر یسوع کو لعنتی نہ بنایا جائے تو مسیحی عقیدہ کے رو سے کفارہ اور قربانی وغیرہ سب باطل ہوجاتے ہین گویا اس تمام عقیدہ کا شہتیر لعنت ہی ہے۔

اور یہ باتین جو یسوع نوع انسان کی محبت کے لیے دنیا مین بھیجا گیا اور نوع انسان کی خاطر اُسنے اپنے تئین قربان کیا۔ یہ تمام کاروائی عیسائیون کے خیال مین اس شرط سے مفید ہے کہ جب یہ عقیدہ رکھا جائے کہ یسوع اہل دنیا کے گناہون کے باعث ملعون ہوا اور لعنت کی لکڑی پر لٹکایا گیا اسی لئے ہم پہلے اشارہ کرتے ہین کہ یسوع مسیح کی قربانی لعنتی قربانی ہے گناہ سے

لعنت آئی اور لعنت سے صلیب ہوئی اب تنقیح طلب یہ امر ہے کہ کیا لعنت کا مفہوم کسی راستباز کیطرف منسوب کر سکتے ہین؟ سو واضح ہو کہ عیسائیون نے یہ بڑی غلطی کی ہے کہ یسوع کی نسبت لعنت کا اطلاق جایز رکہا گو وہ تین دن تک ہی ہو یا اس سے بہی کم کیونکہ لعنت ایک ایسا مفہوم ہے جو شخص ملعون کے دل سے تعلق رکہتا ہے - اور کسی شخص کو اُسوقت لعنتی کہا جاتا ہے جبکہ اُسکا دل خدا سے بالکل برگشتہ اور اُسکا دشمن ہو جائے اسی لئے لعین شیطان کا نام ہے اور اس بات کو کون نہین جانتا کہ لعنت قرب کے مقام سے رد کرنیکو کہتے ہین اور یہ لفظ اُس شخص کیلئے بولا جاتا ہے جسکا دل خدا کی محبت اور اطاعت سے دور جا پڑے اور درحقیقت وہ خدا کا دشمن ہو جائے لفظ لعنت کے یہی معنے ہین جسپر تمام اہل لغت نے اتفاق کیا ہے - اب ہم پوچہتے ہین کہ اگر درحقیقت یسوع مسیح پر لعنت پڑ گئی تہی تو اس سے لازم آتا ہے کہ درحقیقت وہ مورد غضب الٰہی ہو گیا تہا اور خدا کی معرفت اور اطاعت اور محبت اُسکے دل سے جاتی رہی تہی اور خدا اُسکا دشمن اور وہ خدا کا دشمن ہو گیا تہا اور خدا اُس سے بیزار اور وہ خدا سے بیزار ہو گیا تہا جیسا کہ لعنت کا مفہوم ہے تو اس سے لازم آتا ہے کہ وہ لعنت کے دنون مین درحقیقت کافر اور خدا سے برگشتہ اور خدا کا دشمن اور شیطان کا حصہ اپنے اندر رکہتا تہا پس یسوع کی نسبت ایسا اعتقاد کرنا گویا نعوذ باللہ اُسکو شیطان کا بہائی بنانا ہے اور میرے خیال مین ایک راستباز نبی کی نسبت ایسی بیباکی کوئی خدا ترس نہین کریگا بجز اُس شخص کے جو خبیث طبع اور ناپاک طبع ہو -

پس جبکہ یہ بات باطل ہوئی کہ حقیقی طور پر یسوع مسیح کا دل مورد لعنت ہو گیا تہا پس ساتہ ہی یہ بہی ماننا پڑیگا کہ ایسی لعنتی قربانی بہی باطل اور نادان لوگون کا اپنا منصوبہ ہے اگر نجات اسی طرح حاصل ہو سکتی ہے کہ اول یسوع کو شیطان، اور خدا سے برگشتہ اور خدا سے بیزار ٹہرایا جائے تو لعنت ہے ایسی نجات پر !!! اس سے بہتر تہا کہ عیسائی اپنے لئے دوزخ قبول کر لیتے لیکن خدا کے ایک مقرب کو شیطان کا لقب نہ دیتے افسوس کہ ان لوگون نے کیسی بیہودہ اور ناپاک باتون پر بہروسہ کر رکہا ہے - ایک طرف تو خدا کا بیٹا اور خدا سے نکلا ہوا اور خدا سے ملا ہوا فرض کرتے ہین اور دوسری طرف شیطان کا لقب اُسکو دیتے ہین کیونکہ لعنت شیطان سے مخصوص ہے اور لعین شیطان کا نام ہے اور لعنتی وہ ہوتا ہے جو شیطان سے نکلا اور شیطان سے ملا ہوا اور خود شیطان ہے -

پس عیسائیون کے عقیدہ کے رُو سے یسوع مین دو قسم کی تثلیث پائی گئی - ایک رحمانی اور ایک شیطانی اور نعوذ باللہ یسوع نے شیطان مین ہو کر شیطان کیساتہ اپنا وجود ملایا اور لعنت کی ذریعہ سے شیطانی خواص اپنے اندر لئے یعنے یہ کہ خدا کا نافرمان ہوا خدا سے بیزار ہوا خدا کا دشمن ہوا اب میان سراج الدین آپ انصافاً فرماوین کہ کیا یہ شان جو مسیح کیطرف منسوب کیا جاتا ہے کوئی روحانی یا معقولی پاکیزگی اپنے اندر رکہتا ہے؟ کیا دنیا مین اس سے بدتر کوئی اور عقیدہ بہی ہو گا کہ ایک راستباز کو اپنی نجات کے لئے خدا کا دشمن اور خدا کا نافرمان اور شیطان قرار دیا جائے؟ خدا کو جو قادر مطلق اور رحیم و کریم تہا اِس لعنتی قربانی کی کیا ضرورت تہی؟

پھر جب اس اصول کو اس پہلو سے دیکھا جائے کہ کیا اس لعنتی قربانی کی تعلیم یہودیون کو بھی دی گئی ہے یا نہین تو اور بھی اسکے کذب کی حقیقت کھلتی ہے کیونکہ یہ بات ظاہر ہے کہ اگر خدا تعالی کے ہاتھ مین انسانون کی نجات کے لیئے صرف یہی ایک ذریعہ تھا کہ اُسکا ایک بیٹا ہو اور وہ تمام گنہگارون کی لعنت کو اپنے ذمہ لیلے اور پھر لعنتی قربانی بنکر صلیب پر کھینچا جائے تو یہ امر ضروری تھا کہ یہودیون کے لیئے توریت اور دوسری کتابون مین جو یہودیون کے ہاتھ مین ہین اس لعنتی قربانی کا ذکر کیا جاتا کیونکہ کوئی عقلمند اس بات کو باور نہین کر سکتا کہ خدا کا وہ ازلی ابدی قانون جو انسانون کی نجات کے لیئے اُسنے مقرر کر رکھا ہے ہمیشہ بدلتا رہے اور توریت کے زمانہ مین کوئی اور ہو اور انجیل کے زمانہ مین کوئی اور قرآن کے زمانہ مین کوئی اور ہو اور دوسرے نبی جو دُنیا کے اور حصون مین آئے اُن کے لئے کوئی اور ہو اب ہم جب تحقیق اور تفتیش کی نظر سے دیکھتے ہین تو معلوم ہوتا ہے کہ توریت اور یہودیون کی تمام کتابون مین اس لعنتی قربانی کی تعلیم نہین ہے - چنانچہ ہم نے ان دلون مین بڑے بڑے یہودی فاضلون کیطرف خط لکھے اور انکو خدا تعالی کی قسم دیکر پوچھا کہ انسانون کی نجات کے لیئے توریت اور دوسری کتابون مین تمہین کیا تعلیم دیگئی ہے؟ کیا یہ تعلیم دی گئی ہے کہ خدا کے بیٹے کے کفارہ اور اُسکی قربانی پر ایمان لاؤ؟ یا کوئی اور تعلیم ہے؟ تو انہون نے یہ جواب دیا کہ نجات کے بارے مین توریت کی تعلیم بالکل قرآن کے مطابق ہے یعنے خدا کیطرف سچا رجوع کرنا اور گناہون کی معافی چاہنا اور جذبات نفسانیہ سے دور ہو کر خدا کی رضا کے لیئے نیک اعمال بجالانا اور اُسکے حدود اور قوانین اور احکام اور وصیتون کو بڑے زور اور سختی کشی کیساتھ بجالانا ہی ذریعہ نجات ہے جو بار بار توریت مین ذکر کیا گیا جسپر ہمیشہ خدا کے مقدس نبی پابندی کراتے چلے آئے ہین اور جسکے چھوڑنے پر عذاب بھی نازل ہوتے رہے ہین" اور اُن فاضل یہودیون نے صرف یہی نہین کیا کہ اپنی مفصل چٹھیات سے مجھکو جواب دیا بلکہ اُنھون نے اپنے محقق فاضلون کی نادر اور بے مثل کتابین جو اس بارے مین لکھی گئی تھین میرے پاس بھیجدین جواب تک موجود ہین اور چٹھیات بھی موجود ہین جو شخص دیکھنا چاہے مین دکھا سکتا ہون اور ارادہ رکھتا ہون کہ ایک مفصل کتاب مین وہ سب اسناد درج کردون

اب ایک عقلمند کو نہایت انصاف اور دل کی صفائی کیساتھ سوچنا چاہیئے کہ اگر یہی بات صحیح ہوتی کہ خدا تعالی نے یسوع مسیح کو اپنا بیٹا قرار دیکر اور غیرون کی لعنت اُسپر ڈالکر پھر اُس لعنتی قربانی کو لوگون کی نجات کے لیئے ذریعہ ٹھہرایا تھا اور یہی تعلیم یہودیون کو ملی تھی تو کیا سبب تھا کہ یہودیون نے آجتک اس تعلیم کو پوشیدہ رکھا اور بڑے اصرار سے اُسکے دشمن رہے اور یہ امر اور بھی قوت پاتا ہے جبکہ ہم دیکھتے ہین کہ یہودیون کی تعلیم کو تازہ کرنے کیلیے سلسلہ نبیون کا ہمیشہ جاری رہتا تھا نبی بھی چلے آئے تھے - اور حضرت موسی نے کئی لاکھ انسانون کے سامنے توریت کی تعلیم کو بیان کیا تھا - پھر کیونکر ممکن تھا کہ یہودی لوگ ایسی تعلیم کو جو متواتر نبیون سے ہوتی آئی بھلا دیتے - حالانکہ اُن کو حکم تھا کہ خدا کے احکام اور وصایا کو اپنی چوکھٹون اور دروازون اور آستینون پر لکھین اور بچون کو سکھائین اور خود حفظ

کرین - اب کیا یہ بات سمجھہ آسکتی ہے یا کسی کا پاک کانشنس یہ گواہی دے سکتا ہے کہ باوجود اتنی
نگہداشت کے سامانون کے تمام فرقے یہود کے توریت کی اُس پیاری تعلیم کو بہول گئے جسپر اُن کی نجات
کا مدار تہا - یہودی نہ آجسے بلکہ قدیم سے یہ کہتے چلے آئے ہین کہ توریت مین وہی باتین ذریعہ نجات
بتلائی گئی ہین جو قرآن مین ذریعہ نجات بتلائی گئی ہین - چنانچہ قرآن شریف کے وقت مین بہی
اُنہون نے یہی گواہی دی اور اب بہی یہی گواہی دیتے ہین اور اسی مضمون کی اُن کی چٹہیان اور نیز کتابین
میرے پاس پہونچی ہین - اگر یہودیون کو نجات کیلئے اُس لعنتی قُربانی کی تعلیم دیجاتی تو کچھہ سبب معلوم
نہین ہوتا کہ کیون وہ اس تعلیم کو پوشیدہ کرتے - ہان یہ ممکن تہا کہ یسوع مسیح کو خدا کا بیٹا کرکے نہ
مانتے اور اُس کی صلیب کو سچے بیٹے کی صلیب تصور نہ کرتے - اور یہ کہتے کہ وہ حقیقی بیٹا جسکی قُربانی سے
دنیا کو نجات ملیگی یہ نہین ہے بلکہ آیندہ کسی زمانہ مین ظاہر ہوگا مگر یہ تو کسی طرح ممکن نہ تہا کہ تمام فرقے
یہود کے سرے سے ایسی تعلیم سے انکار کردیتے جو اُنکی کتابون مین موجود تہی - اور خدا کے پاک نبی
اُسکو تازہ کرتے آئے تہے - یہودی ابتک زندہ موجود ہین اور اُنکے فاضل اور عالم بہی موجود ہین اور اُنکی
کتابین بہی موجود ہین - اگر کسی کو شک ہو تو اُن سے بالمواجہ دریافت کرلے - کیا ایک عقلمند جو درحقیقت
سچائی کی تلاش مین ہے وہ اِسبات کا محتاج نہین کہ یہودیون کی بہی اس مین گواہی لے - کیا یہودی
وہ پہلے گواہ نہین ہین جو صدہا برسون سے توریت کی تعلیم کو حفظ کرتے چلے آئے ہین ؟ ایک عاجز
انسان کو خدا بنانا نہ اُسپر پہلی تعلیمونکی گواہی نہ اُن تعلیمون کے وارثون کی گواہی نہ پچہلی تعلیم کی
گواہی نہ عقل کی گواہی - اور اُس شخص کو خدا کا بہی کہنا اور پہر شیطان کا بہی - کیا ان گندی اور
نامعقول باتون کو ماننا پاک فطرت لوگون کا کام ہے ؟!!

پہر جب اس عقیدہ کو اس پہلو سے دیکہا جائے کہ باوجودیکہ توریت کی متوارث اور قدیم
تعلیم کی مخالفت کی گئی اور ایک کا گناہ دوسرے پر ڈالا گیا اور ایک راستباز کے دل کو لعنتی اور
خدا سے دور اور مہجور اور شیطان کا ہم خیال ٹہیرایا گیا - پہر ان سب خرابیون کے ساتھہ اس لعنتی
قُربانی کو قبول کرنیوالون کے لیئے فایدہ کیا ہوا - کیا وہ گناہ سے باز آگئے یا اُن کے گناہ بخشے گئے
تو اور بہی اس عقیدہ کی لغویت ثابت ہوتی ہے کیونکہ گناہ سے باز آنا اور سچی پاکیزگی حاصل کرنا تو بہت ہی
خلاف واقعہ ہے - کیونکہ بموجب عقیدہ عیسائیون کے حضرت داوٗد علیہ السلام بہی کفارہ یسوع پر
ایمان لائے تہے - لیکن بقول اُنکے ایمان لانیکے بعد نعوذ باللہ حضرت داوٗد نے ایک بیگناہ کو
قتل کیا اور اُسکی جورو سے زناہ کیا اور نفسانی کامون مین خلافت کی خزانہ کا مال خرچ کیا اور سوتک
جوروکی اور اخیر عمر تک اپنے اُن گناہون کو تازہ کرتے رہے اور ہر روز کمال گستاخی کیساتھہ گناہ
کا ارتکاب کیا پس اگر یسوع کی لعنتی قربانی گناہ سے روک سکتی تو بقول اُنکے داوٗد اسقدر گناہ مین
نہ ڈوبتا ایسا ہی یسوع کی تین نانیان زنا کی بُری حرکت مین مبتلا ہوئین - پس ظاہر ہے کہ اگر یسوع
کی لعنتی قُربانی پر ایمان لانا اندرونی پاکیزگی پیدا کرنیکے لیئے کچھہ اثر رکہتا تو اُسکی نانیان ضرور اِس سے

فایدہ اٹھاتین اور ایسے قابل شرم گناہون مین مبتلا نہوتین ایسا ہی یسوع کے حواریون سے بہی ایمان
لانے کے بعد قابل شرم گناہ سرزد ہوئے یہود اا اسکریوطی نے تیس روپیہ پر یسوع کو بیچا اور پطرس نے
سامنے کہڑے ہوکر تین مرتبہ یسوع پر لعنت بہیجی اور باقی سب بہاگ گئے - اور ظاہر ہے کہ نبی پر لعنت
بہیجنا سخت گناہ ہے اور یورپ مین جو آجکل شراب خواری اور زناکاری کا طوفان برپا ہے اُسکے
لکہنے کی حاجت نہین - ہم اپنے کسی پہلے پرچہ مین بعض بزرگ پادری صاحبون کی زناکاری کا ذکر
یورپ کے اخبارات کے حوالہ سے کرچکے ہین - ان تمام واقعات سے بکمال صفائی ثابت ہوتا ہے کہ یہ لعنتی
قربانی گناہ سے روک نہین سکی -

اب دوسرا شق یہ ہے کہ اگر گناہ رُک نہین سکتے تو کیا اس لعنتی قربانی سے ہمیشہ گناہ
بخشے جاتے ہین - گویا یہ ایک ایسا نسخہ ہے کہ ایکطرف ایک بدمعاش ناحق کا خون کرکے یا چوری کرکے
یا جہوٹی گواہی سے کسی کے مال یا جان یا آبرو کو نقصان پہنچا کر اور یا کسی کے مال کو غبن کے طور پر
دبا کر اور پہر اس لعنتی قُربانی پر ایمان لا کر خدا کے بندون کے حقوق کو ہضم کرسکتا ہے - اور ایسا
ہی زناکاری کی ناپاک حالت مین ہمیشہ رہکر صرف لعنتی قربانی کا اقرار کرکے خدا تعالےٰ کے قہری
مواخذہ سے بچ سکتا ہے - پس صاف ظاہر ہے کہ ایسا ہرگز نہین بلکہ ارتکاب جرائم کرکے پہر اُس
لعنتی قُربانی کی پناہ مین جانا بدمعاشی کا طریق ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ پولوس کے دل کو بہی
یہ دہڑکا شروع ہوگیا تہا کہ یہ اصول صحیح نہین ہے اسی لئے وہ کہتا ہے کہ "یسوع کی قُربانی پہلے
گناہ کے لئے ہے اور یسوع دوبارہ مصلوب نہین ہوسکتا" لیکن اس قول سے وہ بڑی مُشکلات
مین پہنس گیا ہے - کیونکہ اگر یہی صحیح ہے کہ یسوع کی لعنتی قُربانی پہلے گناہ کے لئے ہے تو مثلاً داؤد
نبی نعوذ باللہ ہمیشہ کے جہنم کے لائق ٹہرے گا - کیونکہ اُسنے اوریا کی جورو سے بقول عیسائیون کے
زنا کرکے پہر اُس عورت کو بغیر خُدا کی اجازت کے تمام عمر اپنے گہر مین رکہا اور وُہی مریم کے سلسلہ
اُمہات مین یسوع کی مقدس نانی ہے - علاوہ اُسکے داؤد نے سو تک بیوی بہی کی جنکا کرنا جبکہ
اقرار عیسائیون کے اُسکو روا نہین تہا پس یہ گناہ اُسکا پہلا گُناہ نہ رہا بلکہ بار بار واقع ہوتا رہا
اور ہر ایک دن نئے سرے اُسکا اعادہ ہوتا تہا - پہر جبکہ لعنتی قُربانی گناہ سے روک نہین سکتی تو بیشک عام
عیسائیون سے بہی گناہ ہوتے ہون گے جیسا کہ اب بہی ہو رہے ہین پس بموجب اصول پولوس
کے دوسرا گناہ اُن کا قابل معافی نہین اور ہمیشہ کی جہنم اُسکی سزا ہے اس صورت مین ایک بہی
عیسائی دائمی جہنم سے نجات پاہوا الا ثابت نہین ہوتا - مثلاً میان سراج الدین دور نہ جا مین اپنے
حالات ہی دیکہین کہ پہلے اُنہون نے مریم کے صاحبزادے کو خدا کا بیٹا مانکر لعنتی
قربانی کا بپتسمہ پایا ...... اور پہر قادیان مین آکر نئے سرے مسلمان ہوئے اور اقرار
کیا کہ مین نے بپتسمہ لینے مین جلدی کی تہی اور نماز پڑہتے رہے اور بار بار مہر سے روبرو سکے اقرار
کیا کہ کفارہ کی لغویت کی حقیقت بخوبی میرے پر کہل گئی ہے اور مین اُسکو باطل جانتا ہون اور پہر

قادیان سے واپس جاکر پادریون کے دام مین پہنس گئے اور عیسائیت کو اختیار کیا - اب میان سراج الدین کو خود سوچنا چاہیئے کہ جب اوّل وہ بپتسمہ پاکر عیسائی دین سے پہر گئے تہا اور قول اور فعل سے انہون نے اُس کے برخلاف کیا تو عیسائی اصول کے رُو سے یہ ایک بڑا گناہ تہا جو دوسری دفعہ اُن سے وقوع مین آیا - پس پولوس کے قول کے مطابق یہ گناہ اُن کا بخشا نہین جائیگا کیونکہ اُسکے لیئے دوسری صلیب کی ضرورت ہے -

اور اگر یہ کہو کہ پولوس نے غلطی کہائی ہے یا جہوٹ بولا ہے اور اصل بات یہی ہے کہ لعنتی قربانی پر ایمان لانے کے بعد کوئی گناہ گناہ نہین رہتا چوری کرو زنا کرو خون ناحق کرو جہوٹ بولو امانت مین خیانت کرو غرض کچہہ کرو کسی گناہ کا مواخذہ نہین تو ایسا مذہب ایک ناپاکی پہیلانے والا مذہب ہوگا اور وقت کی گورنمنٹ کو مناسب ہوگا کہ ایسے عقاید کے پابندون کی ضمانتین لیوے اور اگر پہر اس خیال کو دوبارہ پیش کرو کہ لعنتی قربانی پر ایمان لانیوالا سچی پاکیزگی حاصل کرتا ہے اور گناہ سے پاک ہوجاتا ہے تو ہم اس کا جواب پہلے دے چکے ہین کہ یہ بات ہرگز صحیح نہین ہے اور ہم ابہی داؤد نبی کا گناہ یسوع کی نانیون کے گناہ اور حواریون کے گناہ اور حضرات پادری صاحبون کے گناہ لکہہ چکے ہین اور اس بات کو تمام اہل تجربہ جانتے ہین کہ یورپ ان دنون مین بدکاریون مین اوّل درجہ پر ہے اگر فرض کے طور پر کسی کی پاک زندگی کی نظیر دی جاوے تو اس بات کا کیا ثبوت ہے کہ حقیقت مین اُسکی زندگی پاک ہے - بہتیرے بدمعاش حرام خور زانی دیوث شراب خوار خدا کے منکر بظاہر پاک زندگی دکہلا سکتے ہین اور اندر سے اُن قبرون کیطرح ہوتے ہین جنہین بجز متعفن مُردہ اور اُس کی ہڈیون کے اور کچہہ بہی نہین ہوتا -

ماسوا اسکے یہ خیال کرنا ہی بیجا ہے کہ کسی قوم کے سارے کے سارے اپنی فطرت کی رو سے نیک یا سب کے سب فطرتاً بدمعاش ہین بلکہ ہم دیکہتے ہین کہ خدا کے قانون قدرت نے یہ دعوے کرنے کا حق ہر ایک قوم کو بخشا ہے کہ جیسے اُن مین بعض لوگ فطرتاً بداخلاق اور بدسرشت اور بداندیش اور بدکردار ہین ایسا ہی بمقابلہ اُن کے بعض دوسرے لوگ فطرتاً دل کے غریب نیک خلق نیک چلن نیک کردار ہین - اس قانون قدرت سے نہ ہندو باہر ہین نہ پارسی نہ یہودی نہ سکہہ نہ بدہ مذہب والے یہانتک کہ چوہڑے اور چمار بہی اسی قانون مین داخل ہین اور جیسے جیسے لوگ تہذیب اور شائستگی مین بڑہتے ہین اور اُن کا قومی مجمع عزت اور علم اور وقار کا رنگ پکڑتا جاتا ہے اُسیقدر اُن کے نیک فطرت لوگ اپنی پاک زندگی اور نیک چلنی مین زیادہ ناموری حاصل کرتے ہین اور نمایان چمک کیساتہہ اپنا نمونہ دکہلاتے ہین اگر تمام قومون کے بعض افراد مین فطرتاً سعادت کا مادہ نہ ہوتا تو تبدیل مذہب سے بہی وہ مادہ پیدا نہ ہوسکتا کیونکہ خدا کی فطرت مین تبدیل نہین - اگر کوئی حقیقی سچائی کا بہوکا اور پیاسا ہے تو ضرور اُسکو ماننا پڑیگا کہ مذہب کے وجود سے پہلے یہ خداداد تقسیم طبائع مین ہوچکی ہے کہ کسی کی فطرت مین غلبہ

حلم اور محبت اور کسی کی فطرت مین غلبہ درشتی اور غضب ہے۔ اب مذہب یہ سکہلاتا ہے کہ وہ محبت اور اطاعت اور صدق اور وفا جو مثلاً ایک بت پرست یا انسان پرست مخلوق کی نسبت عبادت کے رنگ مین بجالاتا ہے اُن ارادون کو خدا کیطرف پہیرے اور وہ اطاعت خدا کی راہ مین دکہلائے۔

یہ سوال کہ مذہب کا تصرف انسانی قوٰی پر کیا ہے انجیل نے اسکا کوئی جواب نہین دیا۔ کیونکہ انجیل حکمت کے طریقون سے دور ہے لیکن قرآن شریف بڑی تفصیل سے بار بار اس مسئلہ کو حل کرتا ہے کہ مذہب کا یہ منصب نہین ہے کہ انسانون کی فطرتی قوٰی کی تبدیل کرے اور بہیڑیے کو بکری بناکر دکہلائے بلکہ مذہب کی صرف **علت غائی** یہ ہے کہ جو قوٰی اور ملکات فطرتاً انسان کے اندر موجود ہین اُن کو اپنے محل اور موقعہ پر لگانے کے لئے رہبری کرے۔ مذہب کا یہ اختیار نہین ہے کہ کسی فطرتی قوت کو بدل ڈالے۔ ہان یہ اختیار ہے کہ اُس کو محل پر استعمال کرنے کے لئے ہدایت کرے اور صرف ایک قوت مثلاً رحم یا عفو پر زور نہ ڈالے بلکہ تمام قوتون کے استعمال کے لئے وصیت فرمائے کیونکہ انسانی قوتون مین سے کوئی بہی قوت بری نہین بلکہ افراط اور تفریط اور بد استعمالی بری ہے اور جو شخص قابل ملامت ہے وہ صرف فطرتی قوٰی کیوجہ سے قابل ملامت نہین بلکہ اُن کی بد استعمالی کیوجہ سے قابل ملامت ہے غرض قسام مطلق نے ہر ایک قوم کو فطرتی قوٰی کا برابر حصہ دیا ہے اور جیسا کہ ظاہری ناک اور آنکہ اور موُنہہ اور ہاتہہ اور پیر وغیرہ تمام قومون کے انسانون کو عطا ہوئے ہین ایسا ہی باطنی قوتین بہی سب کو عطا ہوئی ہین اور ہر ایک قوم مین بلحاظ اعتدال یا افراط اور تفریط کے اچہے آدمی بہی ہین اور برے بہی۔ لیکن مذہب کے اثر کے روسے کسی قوم کا اچہا بن جانا یا کسی مذہب کو کسی قوم کی شائستگی کا اصل موجب قرار دینا اُس وقت ثابت ہو گا کہ اُس مذہب کے بعض کامل پیرو دن مین اس قسم کے روحانی کمال پائے جائین جو دوسرے مذہب مین اُنکی نظیر نہ مل سکے سو مین زور سے کہتا ہون کہ یہ خاصہ **اسلام** مین ہے اسلام نے ہزارون لوگون کو اُس درجہ کی پاک زندگی تک پہنچایا ہے جنہین کہ سکتے ہین کہ گویا خدا کی روح اُن کے اندر سکونت رکہتی ہے قبولیت کی روشنی اُن کے اندر ایسی پیدا ہو گئی ہے کہ گویا وہ خدا کی تجلیات کے مظہر ہین۔ یہ لوگ ہر ایک صدی مین ہوتے رہے ہین اور اُن کی پاک زندگی بے ثبوت نہین اور نرا اپنے موُنہہ کا دعوٰی نہین بلکہ خدا گواہی دیتا رہا ہے کہ اُن کی پاک زندگی ہے۔

یاد رہے کہ خدا تعالیٰ نے قرآن شریف مین اعلےٰ درجہ کی پاک زندگی کی یہ علامت بیان فرمائی ہے کہ ایسے شخص سے خوارق ظاہر ہوتے ہین اور خدا تعالےٰ ایسے شخصونکی دعا سنتا ہے اور اُن سے ہمکلام ہوتا ہے اور پیش از وقت اُن کو غیب کی خبرین بتلاتا ہے

اور اُن کی تائید کرتا ہے۔ سو ہم دیکھتے ہین کہ ہزارون اسلام مین ایسے ہوتے آئے ہین چنانچہ اِس زمانہ مین یہ نمونہ دکھلانے کے لیئے **یہ عاجز** موجود ہے۔ مگر عیسائیون مین یہ لوگ کہان اور کس ملک مین رہتے ہین جو انجیل کی قرار دادہ نشانیون کے موافق اپنا حقیقی ایمان اور پاک زندگی ثابت کرسکتے ہین؟ ہر ایک چیز اپنی نشانیون سے پہچانی جاتی ہے جیسا کہ ہر ایک درخت اپنے پہلون سے پہچانا جاتا ہے اور اگر پاک زندگی کا صرف دعوے ہی ہے اور کتابون کے مقرر کردہ نشان اُس دعوی پر گواہی نہین دیتے تو یہ دعوی باطل ہے کیا انجیل نے سچے اور واقعی ایمان کی کوئی نشانی نہین لکھی؟ کیا اُس نے اُن نشانون کو فوق العادت کے رنگ مین بیان نہین کیا؟ پس اگر انجیلون مین سچے ایمان دارون کے نشان لکھے ہین تو ہر ایک عیسائی پاک زندگی کے مدعی کو انجیل کے نشانون کے موافق آزمانا چاہیئے۔ ایک بڑے بزرگ پادری کا ایک غریب سے غریب مسلمان کیساتھ روحانی روشنی اور قبولیت مین مقابلہ کرکے تو دیکھلو پھر اگر اُس پادری مین اُس غریب مسلمان کے مقابل پر کچھ بھی آسمانی روشنی کا حصہ پایا جائے تو ہم ہر ایک سزا کے مستحق ہین۔ اسی وجہ سے مین کئی دفعہ اسبارے مین عیسائیون کے مقابل پر اشتہار دیچکا ہون۔ اور مین سچ سچ کہتا ہون اور میرا خدا گواہ ہے کہ مجھپر ثابت ہوگیا ہے کہ حقیقی ایمان اور واقعی پاک زندگی جو آسمانی روشنی سے حاصل ہو بجز اسلام کی کسی طرح مل نہین سکتی۔ یہ پاک زندگی جو ہمکو ملی ہے یہ صرف ہمارے مونہہ کی لاف وگزاف نہین۔ اسپر آسمانی گواہیان ہین کوئی پاک زندگی بجز آسمانی گواہی کے ثابت نہین ہوسکتی اور کسی کے چھپے ہوئے نفاق اور بے ایمانی پر ہم اطلاع نہین پاسکتے۔ ہان جب آسمانی گواہی والے پاک دل لوگ کسی قوم مین پائے جائین تو باقی قوم کے لوگ نظاہر پاک زندگی نما بھی پاک زندگی والے سمجھے جائینگے۔ کیونکہ قوم ایک وجود کے حکم مین ہے اور ایک ہی نمونہ سے ثابت ہوسکتا ہے کہ اس قوم کو آسمانی پاک زندگی ملسکتی ہے۔ ✣

اسی بنا پر مین نے عیسائیون کے لئے ایک فیصلہ کرنیوالا اشتہار دیا تھا پس اگر اُن کو حق کی طلب ہوتی تو وہ اسطرف متوجہ ہوتے اور مین اب بھی کہتا ہون کہ عیسائیون کو بھی ایمان اور پاک زندگی کا دعوے ہے اور مسلمانون کو بھی۔ اب تنقیح طلب یہ امر ہے کہ ان دونون گروہون مین سے خدا کے نزدیک کسکا ایمان مقبول اور کسکی واقعی پاک زندگی ہے اور کسکا ایمان صرف شیطانی خیالات اور پاک زندگی کا دعوی صرف نابینائی کا دھوکہ ہے پس میرے نزدیک جو ایمان اپنے ساتھ آسمانی گواہیان رکھتا ہے اور قبولیت کے آثار اُسمین پائے جاتے ہین وہی ایمان صحیح اور مقبول ہے۔ اور ایسا ہی پاک زندگی وہی واقعی طور پر ہے جو اپنے ساتھ آسمانی نشان رکھتی ہے۔ وجہ یہ ہے کہ اگر صرف دعوے ہی قبول کرنا ہے تو دُنیا کی تمام قومین یہی دعوے کررہی ہین کہ ہم مین بڑے بڑے لوگ پاک زندگی

دکھا

والے گذرے ہین اور موجود ہین بلکہ انکے اعمال اور افعال بھی پیش کرتے ہین جنکی اندرونی حقیقت کا فیصلہ کرنا مشکل ہے - سو اگر عیسائیون کا یہ خیال ہے کہ کفارہ سے پاک ایمان اور پاک زندگی ملتی ہے تو اُن کا فرض ہے کہ وہ اب میدان مین آوین اور دعا کے قبول ہونے اور نشانون کے ظہور مین میرے ساتھ مقابلہ کرلین - اگر آسمانی نشانون کے ساتھ اُن کی زندگی پاک ثابت ہو جاوے تو مین ہر ایک سزا کا مستوجب ہون اور ہر ایک ذلت کا سزاوار ہون مین بڑے زور سے کہتا ہون کہ روحانیت کے روسے عیسائیون کی نہایت گندی زندگی ہے اور وہ پاک خدا جو آسمان اور زمین کا خدا ہے اُن کی اعتقادی حالتون سے ایسا متنفر ہے جیسا کہ ہم نہایت گندے اور سڑے ہوئے مردارے متنفر ہوتے ہین اگر مین اس بات مین جھوٹا ہون اور اگر اس قول مین میرے ساتھ خدا نہین ہے تو نرمی اور آہستگی سے مجھے فیصلہ کرلین مین پھر کہتا ہون کہ ہرگز وہ پاک زندگی عیسائیون مین موجود نہین ہے جو آسمان سے اترتی اور دلونکو روشن کرتی ہے - بلکہ جیسا کہ مین بیان کر آیا ہون بعضون مین فطرتی بھلامانس ہونا اور عام قومون کیطرح پایا جاتا ہے - سو فطرتی شرافت سے میری بحث نہین اس غربت اور شرافت کی لوگ ہر ایک قوم مین کم و بیش پائے جاتے ہین یہانتک کہ بھنگی اور چمار بھی اس سے باہر نہین لیکن میرا کلام آسمانی پاک زندگی مین ہے جو خدا کی زندہ کلام سے حاصل ہوتی اور آسمان سے اُترتی اور اپنے ساتھ آسمانی نشان رکھتی ہے سو یہ عیسائیون مین موجود نہین پھر کوئی ہمین سمجھائے کہ لعنتی قربانی کا فایدہ کیا ہوا؟

اب جبکہ اُس نجات کے طریق کی تفصیل ہو چکی جو عیسائی یسوع کیطرف منسوب کرتے ہین تو اسپر طبعاً یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا مشن بھی یہی لعنتی محبت اور لعنتی قربانی نوع انسان کی پاکیزگی اور نجات کے لیئے پیش کرتا ہے یا کوئی اور طریق پیش کرتا ہے؟ اسکا جواب یہ ہے کہ اس پلید اور ناپاک طریق سے اسلام کا دامن بالکل منزہ ہے وہ کوئی لعنتی قربانی پیش نہین کرتا اور نہ لعنتی محبت پیش کرتا ہے بلکہ اُسنے ہمین یہ تعلیم دی ہے کہ ہم سچی پاکیزگی حاصل کرنے کے لیئے اپنے وجود کی پاک قربانی پیش کرین جو اخلاص کے پانیون سے دھوئی ہوئی اور صدق اور صبر کی آگ سے صاف کی ہوئی ہے جیسا کہ وہ فرماتا ہے بَلٰی مَنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَلَهٗۤ اَجْرُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ یعنے جو شخص اپنے وجود کو خدا کے آگے رکھدے اور اپنی زندگی اُسکی راہون مین وقف کرے اور نیکی کرنے مین سرگرم ہو سو وہ سرچشمہ قرب الٰہی سے اپنا اجر پائے گا اور اُن لوگون پر نہ کچھ خوف ہے نہ کچھ غم - یعنے جو شخص اپنے تمام قوی کو خدا کی راہ مین لگاوے اور خالص خدا کے لیئے اُسکا قول اور فعل اور حرکت اور سکون اور تمام زندگی ہو جاوے اور حقیقی نیکی کے بجالانے مین سرگرم رہے سو اُسکو خدا اپنے پاس سے اجر دیگا اور خوف

اور حزن سے نجات بخشیگا۔

یاد رہے کہ یہی اسلام کا لفظ کہ اس جگہہ بیان ہوا ہے دوسرے لفظون مین قرآن شریف مین اسکا نام استقامت رکہا ہے جیساکہ وہ یہ دعا سکہلاتا ہے اهدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیهم یعنے ہمین استقامت کی راہ پر قایم کر اُن لوگون کی راہ جنہون نے تجہہ سے انعام پایا اور جنپر آسمانی دروازے کُہلے واضح رہے کہ ہر ایک چیز کی وضع استقامت اُسکی علت غائی پر نظر کرکے سمجھی جاتی ہے۔ اور انسان کے وجود کی علت غائی یہ ہے کہ نوع انسان خدا کے لئے پیدا کی گئی ہے۔ پس انسانی وضع استقامت یہ ہے کہ جیساکہ وہ اطاعت ابدی کے لئے پیدا کیا گیا ہے ایسا ہی درحقیقت خدا کے لئے ہوجاوے اور جب وہ اپنے تمام قویٰ سے خدا کے لئے ہو جائیگا تو بلاشبہ اُسپر انعام نازل ہوگا جسکو دوسرے لفظون مین پاک زندگی کہہ سکتے ہین جیساکہ تم دیکہتے ہو کہ جب آفتاب کی طرف کی کہڑکی کہولی جاوے تو آفتاب کی شعاعین ضرور کہڑکی کے اندر آجاتی ہین ایسا ہی جب انسان خدا تعالی کیطرف بالکل سیدہا ہو جاوے اور اُس مین اور خدا تعالے مین کچہہ حجاب نہ رہے تو فی الفور ایک نورانی شعلہ اُسپر نازل ہوتا ہے اور اُس کو منور کرتا ہے اور اُس کی تمام اندرونی غلاظت دہو دیتا ہے تب وہ ایک نیا انسان ہوجاتا ہے اور ایک بہاری تبدیلی اُسکے اندر پیدا ہوتی ہے تب کہا جاتا ہے کہ اس شخص کو پاک زندگی حاصل ہوئی۔ اس پاک زندگی پانے کا مقام یہی دنیا ہے اسی کی طرف اللہ جلشانہ اس آیت مین اشارہ فرماتا ہے مَن کَانَ فی هٰذه اَعْمٰی فَهُوَ فِی الْآخِرَة اَعْمٰی وَ اَضَلُّ سَبِیْلًا یعنے جو شخص اس جہان مین اندہا رہا اور خدا کے دیکہنے کا اُسکو نور نہ ملا وہ اُس جہان مین بہی اندہا ہی ہوگا۔ غرض خدا کے دیکہنے کے لئے انسان اسی دنیا سے حواس لے جاتا ہے جسکو اس دنیا مین یہ حواس حاصل نہین ہوئے اور اُس کا ایمان محض قصون اور کہانیون تک محدود رہا وہ ہمیشہ کی تاریکی مین پڑیگا۔ غرض خدا تعالی نے پاک زندگی اور حقیقی نجات کے حاصل کرنے کے لئے ہمین یہی سکہلایا ہے کہ ہم بالکل خدا کے ہو جائین اور سچی وفاداری کیساتہہ اُسکے آستانہ پر گرین اور اس بدذاتی سے اپنے تئین الگ رکہین کہ مخلوق کو خدا کہنے لگین اگرچہ مارے جائین ٹکرے ٹکرے کیئے جائین آگ مین جلائے جائین اور خدا کی ہستی پر اپنے خون سے مہر لگائین۔ اسیوجہ سے خدا نے ہمارے دین کا نام اسلام رکہا تا یہ اشارہ ہو کہ ہم نے خدا کے آگے سر رکہدیا ہے اور قانون قدرت صاف شہادت دیتا ہے کہ جو قرآن شریف نے پاکیزگی اور حقیقی نجات حاصل کرنے کا طریق سکہایا ہے یہی طریق جسمانی عالم مین بہی پایا جاتا ہے۔ ہم روز دیکہتے ہین کہ تمام حیوانات اور نباتات مین جو بہی غذا کے ملنے اور اچہی غذا کے مفقود ہونے سے بیماریان پیدا ہوتی ہین اور قدرت نے طریق انسداد یہی رکہا ہے کہ خوراک کے لئے صالح چیزین میسر کیجائین اور ردّی کو بند کر دیا جاوے

مثلاً درختون کیطرف دیکھو کہ وہ تندرست رہنے کیلئے دو خصلت اپنے اندر رکھتے ہین ایک یہ کہ
وہ اپنی جڑون کو زمین کے اندر دباتے چلے جاتے ہین تا الگ ہوکر خشک نہ ہوجائین دوم یہ کہ وہ
اپنی جڑونکے نالیون کے ذریعہ سے زمین کا پانی اپنی طرف کہینچتے ہین اور اسطرح پہر نشو و نما کرتے
ہین سو یہی اصول قدرت نے انسان کے لئے رکہا ہے یعنے وہ اسی حالت مین کامیاب ہوتا ہے
کہ اول صدق و ثبات کیساتہہ خدا مین اپنے تئین مستحکم کرتا ہے اور استغفار کے ساتہہ اپنی جڑون
کو خدا کی محبت مین لگاتا ہے اور پہر قولی اور عملی توبہ کیساتہہ خدا کی طرف جہکنے کے ذریعہ سے
اپنے انکسار اور تذلل کی نالیون کے ساتہہ ربانی پانی اپنی طرف کہینچتا ہے اور اسطرح پہر ایسا
پانی کو اپنی طرف متوجہ کرتا ہے کہ گناہ کی خشکی کو دہو ڈالتا اور کمزوری کو دور کر دیتا ہے۔

اور استغفار جسکے ساتہہ ایمان کی جڑین مضبوط ہوتی ہین قرآن شریف
مین دو معنے پر آیا ہے ایک تو یہ کہ اپنے دل کو خدا کی محبت مین محکم کر کے گناہون کے ظہور
کو جو علیحدگی کیحالت مین جوش مارتے ہین خدا تعالیٰ کے تعلق کے ساتہہ روکنا اور خدا
مین پیوست ہو کر اُس سے مدد چاہنا یہ استغفار تو مقربون کا ہے جو ایک طرفۃ العین خدا سے
علیحدہ ہونا اپنی تباہی کا موجب جانتے ہین اسلئے استغفار کرتے ہین تا خدا اپنی محبت
مین تہامے رکہے اور دوسری قسم استغفار کی یہ ہے کہ گناہ سے نکلکر خدا کیطرف بہاگنا
اور کوشش کرنا کہ جیسے درخت زمین مین لگ جاتا ہے ایسا ہی دل خدا کی محبت کا اسیر ہو جائے
تا پاک نشو و نما پاکر گناہ کی خشکی اور زوال سے بچ جائے اور ان دونون صورتون کا نام استغفار
رکہا گیا کیونکہ غفر جس سے استغفار نکلا ہے ڈہانکنے اور دبانے کو کہتے ہین گویا استغفار سے
یہ مطلب ہے کہ خدا اس شخص کے گناہ جو اُس کی محبت مین اپنے تئین قائم کرتا ہے دبائے رکہے
اور بشریت کی جڑین ننگی نہ ہونے دے بلکہ الوہیت کی چادر مین لیکر اپنی قدوسیت مین سے
حصہ دے۔ یا اگر کوئی جڑ گناہ کے ظہور سے ننگی ہوگئی ہو پہر اسکو ڈہانک دے اور اسکی
برہنگی کے بد اثر سے بچائے۔ سو چونکہ خدا مبدء فیض ہے اور اسکا نور ہر ایک تاریکی کے دور کرنے
کیلئے ہر وقت طیار ہے اسلئے پاک زندگی حاصل کرنے کے لئے یہی طریق مستقیم ہے کہ ہم اس
خوفناک حالت سے ڈر کر اُس چشمہ طہارت کیطرف دونون ہاتہہ پہیلائین تا وہ چشمہ زور سے ہماری
طرف حرکت کرے اور تمام گند کو یکدفعہ لیجائے خدا کو راضی کرنے والی اس سے زیادہ کوئی قربانی
نہین کہ ہم درحقیقت اُس کی راہ مین موت کو قبول کر کے اپنا وجود اُسکے آگے رکہدین اسی
قربانی کی خدا نے ہمین تعلیم دی ہے جیسا کہ وہ فرماتا ہے لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا
تُحِبُّوْنَ یعنے تم حقیقی نیکی کو کیطرح پا نہین سکتے جب تک تم اپنی تمام پیاری چیزون خدا
کی راہ مین خرچ نہ کرو۔

یہ راہ ہے جو قرآن شریف نے ہمین سکہائی ہے اور آسمانی گواہیان

بلند آواز سے پکار رہی ہین کہ یہی راہ سیدہی ہے اور عقل بہی اسی پر گواہی دیتی ہے۔ پس جو ام گواہون کے ساتہہ ثابت ہے اُس کے ساتہہ وہ امر مقابلہ نہین کہا سکتا جسپر کوئی گواہی نہین۔ یسوع ناصری نے اپنا قدم قرآن کی تعلیم کے موافق رکہا اس لیئے اُسنے خدا سے انعام پایا یا ایسا ہی جو شخص اس پاک تعلیم کو اپنا رہبر بنائیگا وہ بہی یسوع کی مانند ہو جائیگا۔ یہ پاک تعلیم ہزارون کو عیسیٰ مسیح بنانے کیلئے طیار ہے اور لاکہون کو بنا چکی ہے۔

ہم نہایت نرمی اور ادب سے حضرات پادری صاحبون کیخدمت مین سوال کرتے ہین کہ اُس بیچارہ ضعیف انسان کو خدا ٹہہرا کر آپ کی روحانیت کو کونسی ترقی ہوئی ہے اگر وہ ترقی ثابت کرو تو ہم لینے کو طیار ہین ورنہ اے بدبخت **مخلوق پرست** لوگو! **آؤ** ہماری ترقیات دیکہو اور مسلمان ہو جاؤ۔ کیا یہ انصاف کی بات نہین کہ جو شخص اپنی پاک زندگی اور پاک معرفت اور پاک محبت پر آسمانی شہادت رکہتا ہے وہی سچا ہے اور جسکے ہاتہہ مین صرف **قصے** اور کہانیان ہین وہ بدبخت **جہوٹا** اور نجاست خوار ہے۔

سوال - ۲ - اگر اسلام کا مقصد توحید کی طرف آدمیون کو رجوع کرنا ہے تو کیا وجہ ہے کہ آغاز اسلام مین یہودیون کے ساتہہ جنکی الہامی کتابین توحید کے سوا اور کچہہ نہین سکہاتین جہاد کیا گیا؟ کیون آج کل یہودیون یا اور توحید کے ماننے والون کی نجات کے لئے مسلمان ہونا ضروری سمجہا جائے۔

الجواب - واضح ہو کہ ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے وقتمین یہودی توریت کی ہدایتون سے بہت دور جا پڑے تہے اگرچہ یہ سچ ہے کہ اُن کی کتابون مین توحید باریتعالےٰ تہی مگر وہ اُس توحید سے منتفع نہین ہوتے تہے۔ اور وہ علت غائی جسکے لیئے انسان پیدا کیا گیا اور کتابین نازل ہوئین اُسکو کہو بیٹہے تہے حقیقی توحید یہ ہے کہ خدا کی ہستی کو ماننا اور اُسکی وحدانیت کو قبول کرکے پہر اُس کامل اور محسن خدا کی اطاعت اور رضا جوئی مین مشغول ہونا اور اُسکی محبت مین کہوئے جانا۔ سو عملی طور پر یہ توحید اُن مین باقی نہین رہی تہی اور خدا تعالےٰ کی عظمت اور جلال اُنکے دلون پر سے اُٹہہ گئی تہی اور وہ لبون سے خدا خدا پکارتے تہے مگر دل اُن کے شیطان کے پرستار ہو گئے تہے اور اُنکے سینے دنیا پرستی اور دنیا طلبی اور مکر اور فریب مین حد سے زیادہ بڑہہ گئے تہے۔ اُنمین درویشون اور راہبون کی پوجا ہوتی تہی اور سخت قابل شرم حیائی کے کام اُنمین ہوتے تہے ریاکاریان بڑہہ گئی تہین۔ مکاریان زیادہ ہو گئی تہین۔ اور ظاہر ہے کہ توحید صرف اسبات کا نام نہین کہ موتہہ سے لا الٰہ الا اللہ کہین اور دل مین ہزارون بت جمع ہون بلکہ جو شخص کسی اپنے کام اور مکر اور فریب اور تدبیر کو خدا کی سی عظمت دیتا ہے یا کسی انسان پر ایسا بہروسہ رکہتا ہے جو خدا تعالےٰ پر رکہنا چاہیئے یا اپنے نفس کو وہ عظمت دیتا ہے جو خدا کو دینی چاہیئے

ان سب صورتون مین وہ خدا تعالےٰ کے نزدیک بُت پرست ہے۔ بُت حرف ذہبی
نہین ہین جو سونے یا چاندی یا پیتل یا پتہر وغیرہ سے بنائے جاتے اور اُنپر بہروسہ کیا جاتا ہے بلکہ
ہر ایک چیز یا قول یا فعل جسکو وہ عظمت دیجاوے جو خدا تعالےٰ کا حق ہے وہ خدا تعالےٰ کی نگاہ
مین بُت ہی ہان یہ سچ ہے کہ توریت مین اِس باریک بُت پرستی کی تصریح نہین ہے مگر قرآن شریف
ان تصریحات سے بہرا پڑا ہے۔ سو قرآن شریف کو نازل کرکے خدا تعالےٰ کا ایک یہہ بھی منشا
تہا کہ یہ بُت پرستی بھی جو دق کی بیماری کیطرح لگی ہوئی تہی لوگون کے دلونسے دور کرے اور اس زمانہ مین
یہودی اس قسم کی بُت پرستی مین غرق تہا اور توریت ان کو چہوڑا نہین سکتی تہی اس لئے کہ
توریت مین یہ باریک تعلیم نہین تہی اور نیز اس لئے کہ یہ بیماری جو تمام یہودیون مین پہیل
گئی تہی ایک پاک توحید کے نمونہ کو چاہتی تہی جو زندہ طور پر ایک کامل انسان مین نمودار ہو۔
یاد رہے کہ حقیقی توحید جسکا اقرار خدا ہمسے چاہتا ہے اور جسکے اقرار سے نجات وابستہ
ہے یہ ہے کہ خدا تعالےٰ کو اپنی ذات مین ہر ایک شریک سے خواہ بُت ہو خواہ انسان ہو خواہ
سورج ہو یا چاند ہو یا اپنا نفس یا اپنی تدبیر اور مکر فریب ہو منزہ سمجہنا اور اُسکے مقابل
پر کوئی قادر تجویز نکرنا کوئی رازق نہ ماننا کوئی معز اور مذل خیال نہ کرنا کوئی ناصر اور مدد
گار قرار نہ دینا اور دوسرے یہ کہ اپنی محبت اُسی سے خاص کرنا۔ اپنی عبادت اُسی سے خاص کرنا
اپنا تذلل اُسی سے خاص کرنا۔ اپنی اُمیدین اُسی سے خاص کرنا۔ اپنا خوف اُسی سے خاص کرنا بس
کوئی توحید بغیر ان تین قسم کی تخصیص کے کامل نہین ہو سکتی۔ اوّل ذات کے لحاظ سے توحید
یعنے یہ کہ اُسکے وجود کے مقابل پر تمام موجودات کو معدوم کیطرح سمجہنا اور تمام کو ہالکۃ الذات اور
باطلۃ الحقیقت خیال کرنا۔ دوّم صفات کے لحاظ سے توحید یعنے یہ کہ ربوبیت اور الوہیت
کی صفات بجز ذات باری کسی مین قرار نہ دینا۔ اور جو بظاہر رب الانواع یا فیض رسان نظر آتے
ہین یہ اُسی کے ہاتہہ کا ایک نظام یقین کرنا۔ تیسرے اپنی محبت اور صدق اور صفا کے لحاظ
سے توحید۔ یعنے محبت وغیرہ شعار عبودیت مین دوسرے کو خدا تعالےٰ کا شریک نگرداننا اور
اسی مین کہوئے جانا۔ سو اس توحید کو جو تینون شعبون پر مشتمل ہے اصل مدار نجات ہے۔ یہودی
لوگ کہو بیٹھے تہے چنانچہ اُن کی بدچلنیان اسبات پر صاف گواہی دیتی تہین کہ اُن کے
لبون مین خدا کے ماننے کا دعوےٰ ہے مگر دل مین نہین۔ جیساکہ قرآن شریف خود یہود
اور نصاریٰ کو ملزم کرتا ہے اور کہتا ہے کہ اگر یہ لوگ توریت اور انجیل کو قایم کرتے تو آسمانی
رزق بھی اُنہین ملتا اور زمینی بھی یعنے آسمانی خوارق عادت اور قبولیت دعا اور کشوف اور
الہامات جو مومن کی نشانیان ہین اُنمین پائی جاتین جو آسمانی رزق ہے اور زمینی رزق
بھی ملتا مگر اب وہ آسمانی رزق سے بکلی بے نصیب ہین اور زمین کا رزق بھی رو بحق ہوکر نہیر
بلکہ بد بدیانتی سے کر حاصل کرتے ہین۔ سو دونون رزقون سے محروم ہین۔

اب یہ بہی یاد رہے کہ قرآن شریف کی تعلیم سے بیشک ثابت ہوتا ہے کہ یہود اور نصاریٰ سے لڑائیان ہوئین ۔ مگران لڑائیون کا ابتدا اہل اسلام کیطرف سے ہرگز نہین ہوا اور یہ لڑائیان دین مین جبراً داخل کرنے کے لیئے نہین تہین بلکہ اسوقت ہوئین جبکہ خود اسلام کے مخالفون نے اسباب ایذا دیکر یا موذیون کو مدد دیکر ان لڑائیون کے اسباب پیدا کئے اور جب اسباب انہین کیطرف سے پیدا ہوگئے تو غیرت الہی نے اُن قومون کو سزا دینا چاہا اور اُس سزا مین بہی رحمت الہی نے یہ رعایت رکہی کہ اسلام مین داخل ہو یا الا با جزیہ دینے والا اُس عذاب سے بچ جائے یہہ رعایت بہی خدا کے قانون قدرت کے مطابق تہی کیونکہ ہر ایک مصیبت جو عذاب کیطور پر نازل ہوتی ہے مثلاً وبا یا قحط تو انسانون کا کانشنس خود اسطرف متوجہ ہوجاتا ہے کہ وہ دُعا اور توبہ اور تضرع اور صدقات اور خیرات سے اُس عذاب کو موقوف کرانا چاہین ۔ چنانچہ ہمیشہ ایسا ہی ہوتا ہے ۔ اس سے یہ ثبوت ملتا ہے کہ رحیم خدا عذاب کو دور کرنے کے لیئے خود الہام دلونمین ڈالتا ہے جیساکہ حضرت موسیٰ ؑ کی دعا سے کئی دفعہ منظور ہوکر بنی اسرائیل کے سر سے عذاب ٹل گیا ۔ غرض اسلام کی لڑائیان سخت طبع مخالفون پر ایک عذاب تہا جسمین ایک رحمت کا طریق بہی کہلا تہا ۔ سو یہ خیال کرنا دہوکہ ہے کہ اسلام نے توحید کے شایع کرنے کے لیئے لڑائیان کین ۔ یاد رکہنا چاہیئے کہ لڑائیون کی بنیاد محض سزا دہی کے طور پر اُسوقت شروع ہوئی کہ جب دوسری قومون نے ظلم اور مزاحمت پر کمر باندہی ۔

رہا یہ سوال کہ یہودیون کو مسلمان ہونے کی ضرورت کیا تہی وہ تو پہلے سے موحد تہے ؟

اسکا جواب ہم ابہی دے چکے ہین کہ توحید یہودیون کے دلونمین قایم نہ تہی صرف کتابون مین تہی اور **وہ بہی ناقص** ۔ سو توحید کی زندہ روح حاصل کرنے کیضرورت تہی کیونکہ جب تک توحید کی زندہ روح انسان کے دل مین قایم نہ ہو تب تک نجات نہین ہو سکتی ۔ یہودی مردون کیطرح تہے اور باعث سخت دلی اور طرح طرح کی نافرمانیون کے وہ زندہ روح اُنمین سے نکل چکی تہی اُنکو خدا کے ساتہہ کچہہ بہی میلان باقی نہین رہا تہا ۔ اور اُنکی توریت بباعث نقصان تعلیم اور نیز بوجہ لفظی اور معنوی تحریفون کے اس لائق نہین رہی تہی جو کامل طور پر رہبر ہو سکے اسلیئے خدا نے زندہ کلام تازہ بارش کیطرح اتارا اور اُس زندہ کلام کیطرف اُن کو بلایا تا وہ طرح طرح کے دہوکون اور غلطیون سے نجات پاکر حقیقی نجات کو حاصل کرین ۔ سو قرآن شریف کے نزول کیضرورتون مین سے ایک یہ تہی کہ تا مردہ طبع یہودیونکو زندہ توحید سکہلاوے اور دوسرے یہ کہ تا اُنکی غلطیون پر اُنکو متنبہ کرے ۔ اور تیسرے یہ کہ تا وہ مسائل کو جو توریت مین محض اشارہ کیطرح بیان ہوئے تہے جیساکہ مسئلہ حشر اجساد اور مسئلہ بقاء روح اور مسئلہ بہشت اور دوزخ اُنکے مفصل حالات سے آگہی بخشے

یہ بات سچ ہے کہ سچائی کی تخم ریزی توریت سے ہوئی اور انجیل نے اُس تخم نے ایک آیندہ کی بشارت دینے والے کیطرح مونہہ دکہلایا ۔ اور جیسے ایک کہیت کا سبزہ پوری شکست

اور عمدگی سے نکلتا ہے اور بزبان حال خوشخبری دیتا ہے کہ اسکے بعد اچھے پہل اور اچھے خوشے
ظہور کرینوالے ہین ایسا ہی انجیل کامل شریعت اور کامل رہبر کے لئے خوشخبری کیطور پر آئی۔ اور
فرقان سے وہ تخم اپنے کمال کو پہنچا جو اپنے ساتھ اُس کامل نعمت کو لایا جس نے حق اور باطل مین بکلی
فرق کرکے دکہلایا اور معارف دینیہ کو اپنے کمال تک پہنچایا جیسا کہ توریت مین پہلے سی لکہا تہا کہ

"خدا سیناسے آیا اور سعیر سے طلوع ہوا اور فاران کے پہاڑ سے اُنپر چمکا"!!!

یہ بات بالکل ثابت شدہ امر ہے کہ شریعت کے ہر ایک پہلو کو کمال کیصورت مین صرف
قرآن شریف نے ہی دکہلایا ہے۔ شریعت کے بڑے حصے دو ہین۔ حق اللہ۔ اور حق العباد۔ یہ
دونون حصے صرف قرآن شریف نے ہی پورے کئے ہین۔ قرآن کا یہ منصب تہا کہ تا وحشیون کو انسان
بناوے۔ اور انسان سے با اخلاق انسان بناوے اور با اخلاق انسان سی باخدا انسان بنائے
سو اس منصب کو اُسنے ایسے طور پر پورا کیا کہ جسکے مقابل پر توریت ایک گونگے کیطرح ہی۔

اور منجملہ قرآن کیضرورتون کے ایک یہ امر بہی تہا کہ جو اختلاف حضرت مسیح کی نسبت یہود اور
نصاریٰ مین واقع تہا اُسکو دور کرے سو قرآن شریف نے ان سب جہگڑون کا فیصلہ کیا جیسا کہ
قرآن شریف کی یہ آیت يَا عِيسَىٰ إِنِّي مُتَوَفِّيكَ وَرَافِعُكَ إِلَيَّ الخ اسی جہگڑے کے فیصلہ
کے لئے ہے۔ کیونکہ یہودی لوگ یہ خیال کرتے تہے کہ نصاریٰ کا نبی یعنے مسیح صلیب پر کہینچا گیا اس
لئے موافق حکم توریت کے وہ لعنتی ہوا اور اُسکا رفع نہین ہوا۔ اور یہ دلیل اُسکے کاذب ہونے کی ہے"
اور عیسائیون کا یہ خیال تہا کہ لعنتی تو ہوا مگر ہمارے لئے۔ اور بعد اُسکے لعنت جاتی رہی اور رفع ہوگیا
اور خدا نے اپنے دہنے ہاتہہ پر اُسکو بٹہالیا۔ پس اس آیت نے یہ فیصلہ کیا کہ رفع بلا توقف ہوا نہ یہودیون
کے زعم پر دائمی لعنت ہوئی جو ہمیشہ کے لئے رفع الی اللہ سے مانع ہے۔ اور نہ نصاریٰ کے زعم پر
چندروز لعنت رہی اور پہر رفع الی اللہ ہوا بلکہ وفات کیساتہہ ہی رفع الی اللہ ہوگیا اور ان ہی آیات مین
خدا تعالےٰ نے یہ بہی سمجہا دیا کہ یہ رفع توریت کے احکام کے مخالف نہین۔ کیونکہ توریت کا حکم عدم رفع
اور لعنت اُس حالت مین ہے کہ جب کوئی صلیب پر مارا جائے مگر صرف صلیب کے چہونے یا صلیب پر
کچہہ ایسی تکلیف اُٹہانیسے جو موت کی حد تک نہین پہنچتی لعنت لازم نہین آتی اور نہ عدم رفع
لازم آتا ہے۔ کیونکہ توریت کا منشاء یہ ہے کہ صلیب خدا تعالیٰ کیطرف سے جرائم پیشہ کی موت کا ذریعہ ہی
پس جو شخص صلیب پر مرگیا وہ مجرمانہ موت مرا جو لعنتی موت ہی لیکن مسیح صلیب پر نہین مرا اور اُسکو
خدا نے صلیب کی موت سی بچالیا بلکہ جیسا کہ اُسنے کہا تہا کہ میری حالت یونس سے مشابہ ہے ایسا ہی ہوا
نہ یونس مچہلی کے پیٹ کے اندر مرا نہ یسوع صلیب کے پیٹ پر۔ اور اُسکی دعا ایلی ایلی لما سبقتانی
سُنی گئی۔ اگر مرتا تو پیلاطوس پر بہی ضرور وبال آتا۔ کیونکہ فرشتہ نے پیلاطوس کی جورو کو یہ خبر دی تہی
کہ اگر یسوع مرگیا تو یاد رکہہ کہ تمہپر وبال آئیگا مگر پیلاطوس پر کوئی وبال نہ آیا اور یہ بہی یسوع کے زندہ رہنے
کی ایک نشانی ہے کہ اُسکی ہڈیاں صلیب کیوقت نہین توڑی گئین۔ اور صلیب پر سے اتارنے

کے بعد جہید نے سے خون بہی نکلا - اور اُسنے حواریون کو صلیب کے بعد اپنے زخم بہی دکہلائے - اور ظاہر ہے کہ نئی زندگی کیساتھہ زخمون کا ہونا ممکن نہ تہا - پس اس سے ثابت ہوا کہ یسوع صلیب پر نہین مرا اس لئے لعنتی بہی نہین ہوا - اور بلاشبہ اُس نے پاک وفات پائی اور خدا کے تمام پاک رسولون کیطرح موت کے بعد وہ بہی خدا کیطرف اٹہایا گیا اور بموجب وعدہ اِنّی مُتَوَفِّیکَ وَرَافِعُکَ اِلَیَّ اُس خدا کیطرف رفع ہوا - اگر وہ صلیب پر مرتا تو اپنے قول سے خود جہوٹا ٹہرتا کیونکہ اسصورت مین یونس کے ساتھہ اسکی کچہہ بہی مشابہت نہ ہوتی

سو یہی جہگڑا مسیح کے بارہ مین یہود اور نصاریٰ مین چلا آتا تہا جسکو آخر قرآن شریف نے فیصلہ کیا - پہر ابہی تک نصاریٰ کہتے ہین کہ قرآن کے اترنے کی کیا ضرورت تہی - اے نادانون! اور دلون کے اندہو! قرآن شریف کامل توحید لایا - قرآن نے عقل اور نقل کو ملا کر دکہلایا - قرآن نے توحید کو کمال تک پہنچایا - قرآن نے توحید اور صفات باری پر دلائل قایم کئے اور خدا تعالیٰ کی ہستی کا ثبوت عقلی نقلی دلائل سے دیا - اور کشفی طور پر بہی دلائل قایم کئے - اور وہ مذہب جو پہلے قصہ کہانی کے رنگ مین چلا آتا تہا اُسکو علمی رنگ مین دکہلایا - اور ہر ایک عقیدہ کو حکمت کا جامہ پہنایا اور وہ سلسلہ معارف دینیہ کا جو غیر مکمل تہا اُسکو کمال تک پہنچایا - اور یسوع کی گردن پر سے لعنت کا طوق اتارا - اور اُسکے مرفوع اور نجاتی ہونے کی شہادت دی تو کیا اسقدر فیض رسانی کے ساتھہ ابہی قرآن شریف کی ضرورت ثابت نہ ہوئی؟

یہ یاد رہے کہ قرآن شریف نے بڑی صفائی سے اپنی ضرورت ثابت کی ہے قرآن شریف صاف کہتا ہے اِعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰہَ یُحْیِی الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِہَا - یعنے اے صحابہ کو جان لو کہ زمین مرگئی تہی اور اب خدا نئے سرے اُسکو زندہ کرنے لگا ہے - تاریخ شہادت دیتی ہے کہ قرآن شریف کے زمانہ قرب نزول مین ہر ایک قوم نے اپنا چال چلن بگاڑا ہوا تہا - پادری فنڈل مصنف میزان الحق باوجود اس قدر تعصب کے جو اُسکے رگ و ریشہ مین بہرا ہوا تہا میزان الحق مین صاف گواہی دیتا ہے کہ قرآن کے نزول کے زمانہ مین یہود و نصاریٰ کا چال چلن بگڑا ہوا تہا اور اُن کی حالتین خراب ہو رہی تہین اور قرآن کا آنا اُنکے لئے ایک تنبیہہ تہی" مگر اس نادان نے باوجودیکہ یہ تو اقرار کیا کہ قرآن اُسوقت آیا جبکہ یہود و نصاریٰ کا چال وچلن بہت خراب ہو رہا تہا - لیکن پہر بہی یہ جہوٹا عذر پیش کر دیا کہ خدا تعالیٰ کو ایک جہوٹا نبی بہیجکر یہود و نصاریٰ کو تنبیہ کرنا منظور تہا - مگر یہ اللہ تعالیٰ پر تہمت ہے - کیا ہم اللہ جلشانہ کیطرف یہ خراب عادت منسوب کرسکتے ہین کہ اُسنے لوگون کو گمراہی اور بدچلنی مین پاکر یہ تدبیر سوچی کہ اور بہی گمراہی کے سامان اُنکے لئے میسر کرے اور کروڑہا بندگان خدا اپنے ہاتہہ سے تباہی مین ڈالے - کیا ایسے شدائد اور مصائب کیوقت خدا تعالیٰ کے قانون قدرت مین بہی عادت اُسکی ثابت ہوتی ہے؟ افسوس کہ یہ لوگ دُنیا سے محبت کرکے کیسے آفتاب پر تہوک رہے ہین - ایک عاجز انسان کو خدا بہی کہتے ہین اور پہر ملعون بہی - اور

اُس عظیم الشان نبی کے وجود سے انکار کر رہے ہین کہ جو ایسے وقتمین آیا جبکہ نوع انسان مردہ کیطرح ہو رہی تہی - اور پہر کہتے ہین کہ قرآن کیضرورت کیا تہی - ای غافلو! اور دلون کے اندہو! قرآن جیسے ضلالت کے طوفان کیوقتمین آیا ہے کوئی نبی ایسے وقتمین نہین آیا - اُسنے دُنیا کو اندہا پایا اور روشنی بخشی اور گمراہ پایا اور ہدایت دی اور مُردہ پایا اور جان عطاء فرمائی تو کیا ابہی ضرورت ثابت ہونمین کچہہ کسر رہ گئی؟ اور اگر یہ کہو کہ توحید تو پہلے ہی موجود تہی قرآن نے نئی چیز کونسی دی؟ تو اس سے اور بہی تمہاری عقل پہ رونا آتا ہے مین ابہی لکہہ چکا ہون کہ توحید پہلی کتابون مین ناقص طور پر تہی اور تم ہرگز ثابت نہین کر سکتے کہ کامل تہی - ماسوا اسکے توحید دلون سے بکلی گم ہو گئی تہی قرآن نے اُس توحید کو پہر یاد دلایا اور اُسکو کمال تک پہنچایا - قرآن شریف کا نام اسی لئے ذکر ہے کہ وہ یاد دلانے والا ہے - ذرہ آنکہہ کہولکر سوچو کہ کیا توریت نے جو کچہہ توحید کے بارہمین بیان کیا تہا وہ ایک ایسی نئی بات تہی جو پہلے نبیون کو اُسکی خبر نہین تہی - کیا یہ سچ نہین کہ سب سے پہلے آدمؑ کو اور پہر شیثؑ کو اور نوحؑ اور ابراہیم اور دوسرے رسولونکو جو موسیٰؑ سے پہلے آئی توحید کی تعلیم ملی تہی؟ پس یہ توریت پر بہی اعتراض ہے کہ اُسنے نئی چیز کونسی پیش کی - اے کج دل قوم خدا ا ر روز نیا نہین ہو سکتا - موسیٰؑ کے وقتمین وہی خدا تہا جو آدمؑ اور شیثؑ اور نوحؑ اور ابراہیمؑ اور اسحٰقؑ اور یعقوبؑ اور یوسفؑ کیوقتمین تہا اور توریت نے وہی توحید کے بارہمین بیان کیا جو پہلے نبی کرتے آئے -

اب اگر یہ سوال ہو کہ کیون توریت نے اُسی پورانی توحید کا ذکر کیا تو اسکا جواب یہی ہے کہ خدا کی ہستی اور وحدانیت کا مسئلہ توریت سے شروع نہین ہوا بلکہ قدیم سے چلا آتا ہے - ہان بعض زمانون مین ترک عمل کیوجہ سے اکثر لوگون کی نظر مین حقیر اور ذلیل ضرور ہوتا رہا ہے - پس خدا کی کتابون اور خدا کے نبیون کا یہ کام تہا کہ وہ ایسے وقتون مین آتے رہے ہین کہ جب اس مسئلہ توحید پر لوگون کی توجہ کم رہ گئی ہو اور طرح طرح کے شرکون مین وہ مبتلا ہو گئے ہون - یہی مسئلہ دنیا مین ہزارون دفعہ صیقل ہوا اور ہزارون دفعہ پہر زنگ خوردہ کیطرح ہو کر لوگون کی نظرون سے چھپ گیا - اور جب چہپ گیا تو پہر خدا نے اپنے کسی بندہ کو بہیجا تا نئے سرے اُسکو روشن کر کے دکہلاوے اسیطرح دُنیا مین کبہی ظلمت کبہی نور غالب آتا رہا اور ہر ایک نبی کی شناخت کا یہ نہایت اعلیٰ درجہ کا معیار ہے کہ دیکہنا چاہیئے کہ وہ کسوقت آیا اور کسقدر اصلاح اُسکے ہاتہہ سے ظہور مین آئی - چاہیئے کہ حق طلبی کی راہ سے اسبابات کو سوچین اور شریرون اور متعصب لوگون کے پُر خیانت اقوال کیطرف توجہ نہ کرین اور ایک صاف نظر لیکر کسی نبی کے حالات کو دیکہین کہ اُسنے ظہور فرما کر اُس زمانہ کے لوگون کو کس حالت مین پایا اور پہر اُسنے اُن لوگون کے عقاید اور چال چلن مین کیا تبدیلی کر کے دکہلائی تو اس سے ضرور پتہ لگ جائیگا کہ کون نبی اشد ضرورت کیوقت آیا اور کون اُس سے کمتر - نبی کیضرورت گنہگارون کے لئے بعینہٖ ایسی ہی ہوتی ہے جیسا کہ طبیب کی

کتبخانہ وقف مصطفیہ میرٹھ

ضرورت

ضرورت بیماروں کے لیئے اور جیسا کہ بیماروں کی کثرت ایک طبیب کو چاہتی ہے ایسا ہی گنہگاروں
کی کثرت ایک مصلح کو ۔

اب اگر کوئی اس قاعدہ کو ذہن مین رکھکر عرب کی تاریخ پر نظر ڈالے کہ عرب کے باشندے
آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ظہور سے پہلے کیا تھے اور پھر کیا ہو گئے تو بلاشبہ وہ اس نبی
آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کو قوت قدسی اور تاثیر قوی اور افاضہ کا تمام نبیوں سے
اوّل درجہ پر سمجھیگا ۔ اور اسی بنا پر وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن شریف کی ضرورت کو
دوسری تمام کتابوں اور نبیوں کی ضرورت سے بدیہی الثبوت یقین کریگا ۔ مثلاً یسوع نے دنیا میں
آکر دنیا کی کس ضرورت کو پورا کیا؟ اور اسکا ثبوت کیا ہے کہ اُسنے کونسی ضرورت پوری کی؟ کیا
یہودیوں کے اخلاق اور عادات اور ایمان مین کوئی بھاری تبدیل کر دی یا اپنے حواریوں کو تزکیہ
نفس مین کمال تک پہنچا دیا؟ بلکہ اُن پاک اصلاحوں مین سے کچھہ بھی ثابت نہین اور اگر
کچھہ ثابت ہے تو صرف یہی کہ چند آدمی طمع اور لالچ سے بھرے ہوئے اُسکے ساتھہ ہو گئے ۔ اور انجام کار
اُنہوں نے بڑی قابل شرم بے وفائیاں دکھلائین ۔ اور اگر یسوع نے خودکشی کی تو مین اس سے
زیادہ ہرگز تسلیم نہین کرونگا کہ ایک ایسی بے وقوفی کی حرکت اُس سے صادر ہوئی جس سے اُسکی انسانیت
اور عقل پر ہمیشہ کے لیئے داغ لگ گیا ۔ ایسی حرکت جسکو انسانی قوانین بھی ہمیشہ جرائم کے نیچے داخل
کرتے ہین کیا کسی عقلمند سے صادر ہو سکتی ہے؟ ہرگز نہین ۔ پس ہم پوچھتے ہین کہ یسوع نے کیا
سکھلایا اور کیا دیا؟ کیا وہ لعنتی قربانی جسکا عقل اور انصاف کے نزدیک کوئی بھی نتیجہ معلوم نہین ہوتا
یاد رہے کہ انجیل کی تعلیم مین کوئی نئی خوبی نہین بلکہ یہ سب تعلیم توریت مین
پائی جاتی ہے اور اُسکا ایک بڑا حصہ یہودیوں کی کتاب طالموت مین اب تک موجود ہے ۔ اور
یہودی فاضل اب تک روتے ہین کہ ہماری پاک کتابوں سے یہ فقرے چورائے گئے ہین چنانچہ
حال مین جو ایک فاضل یہودی کی کتاب میرے پاس آئی ہے اُسنے اسبات کا ثبوت دینے کے لیئے
کئی ورق لکھے ہین اور بڑے زور سے اسناد پیش کیئے ہین کہ یہ فقرات کہاں کہاں سے چورائے
گئے ۔ مین نے یہ کتابین صرف میاں سراج الدین کے لیئے منگوائی تہین ۔ مگر اُن کی بدقسمتی ہے
کہ وہ دیکھنے سے پہلے چلے گئے ۔ محقق عیسائی اس بات کو قبول کرتے ہین کہ درحقیقت انجیل
یہودیوں کی کتابوں کے اُن مضامین کا ایک خلاصہ ہے جو حضرت مسیح کو پسند آئے ۔ لیکن
بالآخر یہ کہتے ہین کہ مسیح کے دنیا مین آنیسے یہ غرض نہین تہی کہ کوئی نئی تعلیم لائے بلکہ اصل
مطلب تو اپنے وجود کی قربانی دینا تہا یعنے وہی لعنتی قربانی جس کے بار بار کے ذکر سے مین اس رسالہ
کو پاک رکھنا چاہتا ہوں ۔ غرض عیسائیوں کو یہ دہوکہ لگا ہوا ہے کہ شریعت توریت تک مکمل ہو چکی
اسلیئے یسوع کوئی شریعت لیکر نہین آیا بلکہ نجات دینے کے سامان لیکر آیا اور قرآن نے ناحق
پھر ایسی شریعت کی بنیاد ڈالدی جو پہلے مکمل ہو چکی تہی ۔ یہی دہوکہ عیسائیوں کے ایمان کو کہا گیا

مگر یاد رہے کہ یہ بات بالکل صحیح نہیں ہے بلکہ اصل حقیقت یہ ہے کہ چونکہ انسان سہو و نسیان سے مرکب ہے اور نوع انسان میں خدا کے احکام عملی طور پر ہمیشہ قایم نہیں رہ سکتے اسلئے ہمیشہ نئے یاد دلانے والے اور قوت دینے والے کی ضرورت پڑتی ہے۔ لیکن قرآن شریف صرف ان ہی دو ضرورتوں کے وجہ سے نازل نہیں ہوا بلکہ وہ پہلی تعلیموں کا درحقیقت متمم اور مکمل ہے مثلاً توریت کا زور حالات موجودہ کے لحاظ سے عفو اور صبر اور درگذر پر ہے اور قرآن ان دونون صورتون میں محل شناسی کی تعلیم دیتا ہے۔ ایسا ہی ہر ایک باب میں توریت افراط کیطرف گئی ہے اور انجیل تفریط کیطرف اور قرآن شریف وسط کی تعلیم کرتا اور محل اور موقعہ کا سبق دیتا ہے گو نفس تعلیم تینون کتابون کا ایک ہی ہے مگر کسی نے کسی پہلو کو شدّ و مدّ کیساتھ بیان کیا اور کسی نے کسی پہلو کو۔ اور کسی نے فطرت انسانی کے لحاظ سے درمیانہ راہ لیا جو طریق تعلیم قرآن ہے اور چونکہ محل اور موقعہ کا لحاظ رکھنا یہی حکمت ہے سو اس حکمت کو صرف قرآن شریف نے سکھلایا ہے۔ توریت ایک بیہودہ سختی کیطرف ✠ کھینچ رہی ہے اور انجیل ایک بیہودہ عفو پر زور دے رہی ہے اور قرآن شریف وقت شناسی کی تاکید کرتا ہے۔ پس جسطرح پستان میں آکر خون دودھ بنجاتا ہے اسی طرح توریت اور انجیل کے احکام قران شریف میں آکر حکمت بنگئے ہیں۔ اگر قرآن شریف نہ آیا ہوتا تو توریت اور انجیل اُس اندھے کے تیر کیطرح ہوتیں کہ کبھی ایک آدہ دفعہ نشانہ پر لگ گیا اور سو دفعہ خطا گیا۔ بغرض شریعت قصوں کے طور پر توریت سے آئی اور مثالوں کیطرح انجیل سے ظاہر ہوئی۔ اور حکمت کے پیرایہ میں قرآن شریف سے حق اور حقیقت کے طالبوں کو ملی۔

سو توریت اور انجیل قرآن کا کیا مقابلہ کرینگے۔ اگر صرف قرآن شریف کی پہلی سورت کے ساتھ مقابلہ کرنا چاہیں یعنے سورہ فاتحہ کیساتھ جو فقط سات آیتیں ہیں اور جس ترتیب انسب اور ترکیب محکم اور نظام فطرتی سے اس سورہ میں صدہا حقائق اور معارف دینیہ اور روحانی حکمتیں درج ہیں۔ اُن کو موسیٰ کی کتاب یا یسوع کے چند ورق انجیل سے نکالنا چاہیں تو گو ساری عمر کوشش کریں تب بھی یہ کوشش لاحاصل ہوگی اور یہ بات لاف و گزاف نہیں بلکہ واقعی اور حقیقی یہی بات ہے کہ توریت اور انجیل کو علوم حکمیہ میں سورہ فاتحہ کیساتھ بھی مقابلہ کرنے کی طاقت نہیں۔ ہم کیا کریں اور کیونکر فیصلہ ہو پادری صاحبان ہماری کوئی بات بھی نہیں مانتے بھلا اگر وہ اپنی توریت یا انجیل کو معارف اور حقائق کے بیان کرنے اور خواص کلام الوہیت ظاہر کرنے میں کامل سمجھتے ہیں تو ہم بطور انعام **پانسو روپیہ** نقد انکو دینے کیلئے طیار ہیں اگر وہ اپنی کل ضخیم کتابوں میں سے جو ستّر کے قریب ہونگی وہ حقائق و معارف شریعت اور مرتب اور منتظم درر حکمت و جواہر معرفت و خواص کلام الوہیت دکھلا سکیں جو سورہ فاتحہ میں سے ہم پیش کریں۔ اور اگر یہ روپیہ تھوڑا ہو تو جسقدر ہمارے لئے ممکن ہوگا ہم اُن کے درخواست پر

✠ یعنی اوسوقت اپنے زمانہ اور قوم کی موجودہ حالت کے لحاظ سے مناسب تعلیم تھی مگر حقیقی تعلیم نہیں تھی جو قابل ترک نہو منہ

ٹرہا دینگے۔ اور ہم صفائی فیصلہ کے لئے پہلے سورہ فاتحہ کی ایک تفسیر طیار کر کے اور چھاپ کر پیش کرینگے۔ اور اُسمین وہ تمام حقایق و معارف و خواص کلام الوہیت بیان کرینگے جو سورہ فاتحہ مین مندرج ہین اور پادری صاحبون کا یہ فرض ہوگا کہ توریت اور انجیل اور اپنی تمام کتابون مین سے سورہ فاتحہ کے مقابل پر حقایق اور معارف اور خواص کلام الوہیت جس سے مراد فوق العادۃ عجائبات ہین جنکا بشری کلام مین پایا جانا ممکن نہین پیش کر کے دکہلاوین۔ اور اگر وہ ایسا مقابلہ کرین اور مین منصف غیر قومون مین سے کہدین کہ وہ لطائف اور معارف اور خواص کلام الوہیت جو سورہ فاتحہ مین ثابت ہوئے ہین وہ انکی پیش کردہ عبارتون مین بہی ثابت ہین تو ہم پانسو روپیہ جو پہلے سے اُن کے لئے انکی اطمینان کی جگہ پر جمع کرایا جاویگا دیدینگے۔

اب کیا کسی پادری کا حوصلہ ہے جو ایسا مقابلہ کرے؟ خدا کا کلام خدا کیطاقتون سے ہوتا ہے جیسا کہ اُس کی مصنوعات عجائب قدرت سے ثابت ہوتی ہین۔ مثلاً آسمان پر ہزارون ستارے ہین۔ اب اگر کوئی بیوقوف چند ستارون کیطرف اشارہ کر کے کہدے کہ انکی کیا ضرورت ہے لہذا یہ خدا تعالیٰ کیطرف سے نہین ہین یا چند بوٹیون یا پتہرون یا جانورون کا نام لیکر کہدے کہ ان کے وجود کے بغیر دوسری بوٹیون وغیرہ سے کام چلسکتا ہے اسلئے یہ خدا تعالیٰ کیطرف سے نہین ہے تو ایسا قائل بجز دیوانہ یا احمق کے اور کون ہو سکتا ہے

یہ بات یاد رکہنے کے لایق ہے کہ قرآن ان تمام کمالات کا جامع ہے جنکی انسان کو تکمیل نفس کے لئے حاجت ہے۔ اور توریت کی قرآن کیساتہہ یہ مثال ہے کہ جیسے ایک مسافرخانہ تہا وہ بڑی بڑی آندہیون اور زلزلون کے باعث سے گر پڑا اور بجائے اُس مسافرخانہ کے ایک اینٹون کا ڈہیر لگ گیا اور پاخانہ کی اینٹین باورچیخانہ مین اور باورچی خانہ کی پاخانہ مین جا پڑین اور سب مکان زیر و زبر ہو گیا۔ پس اُس سرائے کے مالک کو مسافرون کے حال پر رحم آیا۔ سو اُسنے فی الفور بجائے اُس مسافرخانہ کے ایک ایسا عمدہ اور آرام بخش مسافرخانہ طیار کیا جو اُس پہلے سے بہتر اور مسافرون کے لئے نہایت آرام بخش مکانات اپنے اپنے قرینہ سے اُسمین موجود تہے۔ اور کسی ضرورت کے مکان کی کمی نہین تہی۔ اور مالک نے اس آخری مسافرخانہ کی تعمیر مین کچہہ تو وہی اینٹین پہلے مسافرخانہ کی سے لین اور کچہہ زیادہ اینٹین اور لکڑی وغیرہ مصالح بہم پہنچایا جو عمارت کو کامل طور پر کافی ہو سکتا تہا سو قرآن شریف وہی دوسرا مسافرخانہ ہے جس کی آنکہین ہون دیکہے۔!!

اس جگہ یہ اعتراض بہی دور کر دینے کے قابل ہے کہ جسحالت مین حقیقی اور کامل تعلیم یہی ہے جسمین محل اور موقعہ کی رعایت اور ہر ایک نکتہ معرفت کا استیفار کیساتہہ بیان ہو تو کیا سبب ہے کہ توریت اور انجیل دونون اس سے خالی رہین اور قرآن شریف نے ان دونون کو کمال تک پہنچایا تو اسکا جواب یہی ہے کہ یہ توریت اور انجیل کا قصور نہین ہے بلکہ قومون کی استعداد کا قصور ہے

یہودی لوگ جن سے پہلے حضرت موسیٰ کو واسطہ پڑا وہ چارسو برس تک فرعون کی غلامی مین رہ چکے تہے اور ایک مدت درازتک ظلم کے تخنہ مشق رہکر عدل اور انصاف کی حقیقت سے بیخبر ہوگئے تہے یہ ایک فطرتی قاعدہ ہے کہ اگر بادشاہ وقت جو مودب اور آموزگار کے حکم مین ہوتا ہے عادل ہو تو رعایا کے دلپر عدل کا پرتو پڑتا ہے اور طبعًا وہ بہی خلق عدل کیطرف مائل ہوجاتے ہین اور تہذیب اور شاثستگی انمین پیدا ہوکر عادلانہ صفات اپنا جلوہ دکہاتی ہین لیکن اگر بادشاہ ظالم ہو تو رعایا بہی اُس سے ظلم اور تعدی کا سبق سیکہتی ہے اور اکثر اُنکی صفت عدل سے محروم ہوتی ہے پس یہی حال بنی اسرائیل کا ہوا کہ وہ لوگ ایک مدت درازتک فرعون جیسے ظالم بادشاہ کی رعایا رہکر اور طرح طرح کے ظلم اُٹہاکر عدل کی کیفیت سے بالکل غافل ہوگئے سو حضرت موسیٰ کا یہ فرض تہا کہ اُن کو سب سے پہلے عدل کا سبق دین۔ اسلئے توریت مین عدل کی حفاظت کیلئے بڑے شد و مد سے آیات پائی جاتی ہین۔ ہان رحم کی آیات کا بہی توریت مین پتہ ملتا ہے لیکن اگر غور سے دیکہو تو ایسی آیتین بہی عدل کے حدود کی نگہداشت کیلئے اور ناجائز جذبات اور بیجا کینون کے روکنے کیلئے بیان فرمائی گئی ہین اور ہر جگہہ اصل مدعا قوانین عدل اور انصاف کی نگہداشت ہی۔ لیکن انجیل پڑہنے سے یہ مدعا معلوم نہین ہوتا۔ بلکہ انجیل مین عفو اور ترک انتقام پر بہت زور دیا گیا ہے۔ اور جب ہم انجیل کو تدبر اور عمیق نگاہ سے دیکہتے ہین تو اُسکے سلسلۂ عبارت سے صاف مترشح ہوتا ہے کہ اُس کتاب کا لکہنے والا اپنے مخاطبین کی نسبت یہ یقین رکہتا ہے کہ وہ لوگ طریق مروت اور صبر اور ترک انتقام سے بالکل دور اور مہجور ہین اور چاہتا ہے کہ اُن کے ایسے دل ہوجاوین کہ انتقام لینے کے حریص نہون اور صبر اور برداشت اور عفو اور درگذر اپنی عادت کرین۔ اس کا یہی سبب ہی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے وقتمین یہودیون کی اخلاقی حالت مین بہت فتور آگیا تہا اور مقدمہ بازی اور کینہ کشی مین انتہا تک پہنچ گئے تہے اور اس بہانہ سے کہ ہم قانون عدل کے حامی ہین۔ رحم اور درگذر کی خصلتین بالکل اُن مین سے دور ہوگئی تہین۔ سو انجیل کی نصیحتین قانون مختص الزمان کیطرح یا قانون مختص القوم کیطرح اُن کو سنائی گئی تہین۔ مگر یہ واقعی قانون کی تصویر نہ تہی اسلئے قرآن نے اُسکو دور کردیا۔

جسوقت ہم قرآن شریف کو غور سے دیکہتے ہین اور صاف دل سے اُس کے مقصد کے گہراؤ تک چلے جاتے ہین تو ہمین صاف دکہائی دیتا ہے کہ قرآن نے نہ توریت کیطرح انتقام اور سختی پر ایسا زور ڈالا ہے کہ جیسا کہ توریت کی آیتون اور قانون قصاص سے ثابت ہوتا ہے اور نہ انجیل کیطرح یکدفعہ عفو اور صبر اور درگذر کی تعلیم پر گر پڑا ہے بلکہ بار بار امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا حکم دیتا ہے۔ یعنے یہ حکم دیتا ہے کہ جو امر عقل اور شرع کے رو سے بہتر اور محل پر ہو اُسکو بجالاؤ اور جسپر عقل اور شرع کا اعتراض ہو اور منکرات مین سے ہو اُس سے دست بردار ہوجاؤ سو قرآن شریف کی دیکہنے سے ایسا پایا جاتا ہے کہ وہ اپنے قوانین اور حدود اور

لوام کو

اوامر کو علم کے رنگ مین ہمارے دلون مین جمانا چاہتا ہے کیونکہ وہ شخصی امر او رنہی کے زندان مین ہمین محبوس کرنا نہین چاہتا بلکہ اپنی پاک شریعت کو قواعد کلیہ کیطور پر بیان کر دیتا ہے مثلاً وہ ایک کلام کلی کیطور پر حکم فرماتا ہے کہ تم معروف کو بجالاؤ اور منکر سے دستکش ہو جاؤ۔ سو یہ دو کلمے یعنے معروف اور منکر ایسے جامع کلمے ہین جو شریعت کے قوانین کو علمی رنگ مین لے آتے ہین اور اس تعلیم سے ہر ایک محل مین یہ سوچنا پڑتا ہے کہ حقیقی نیکی کیا ہے مثلاً اس وقت جو زید نے ہمارا ایک گناہ کیا ہے تو کیا اسکو مارنا بہتر ہے یا عفو کرنا۔ اور ایک سایل جو ہم سے مثلاً ہزار روپیہ اس غرض سے مانگتا ہے کہ وہ اس روپیہ سے اپنے لڑکے کی دہوم دہام سے شادی کرے اور آتش بازی اور گانے والی عورتین اور دوسرے باجون کیساتہہ اپنے خاندان کے رسوم کے موافق اس رسم کو ادا کرے۔ تو گو ہم ہزار روپیہ اسکو دے سکتے ہین مگر ہمین امر معروف اور نہی منکر کے قاعدہ کے لحاظ سے سوچ لینا چاہیئے کہ ایسی سخاوت سے ہم کس شخص کی مدد کرتے ہین۔ غرض اسیطرح قرآن شریف نے ہمارے دین اور دنیا کی بہبودی کے لئے ہمارے ہر ایک کار خیر مین محل اور موقعہ کی قید لگادی ہے۔

اب مین میان سراج الدین صاحب کے سوال دوم کا جواب دیچکا ہون اور مین لکہہ چکا ہون کہ اسلام نے یہودیون کے ساتہہ توحید منوانے کے لئے لڑائیان نہین کین بلکہ اسلام کے مخالف خود اپنی شرارتون سے لڑائیون کے محرک ہوئے۔ بعض نے مسلمانون کے قتل کرنے کے لئے خود پہلے پہل تلوار اٹہائی بعض نے اُن کی مدد کی۔ بعض نے اسلام کی تبلیغ روکنے کے لیے بیجا مزاحمت کی۔ سو ان تمام موجبات کی وجہ سے مفسدین کی سرکوبی اور سزا اور شر کی مدافعت کے لیے خدا تعالٰے نے انہی مفسدون کے مقابل پر لڑائیون کا حکم کیا۔ اور یہ کہنا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تیرہ برس تک اسوجہ سے مخالفون سے لڑائی نہین کی کہ اُس وقت تک پوری جمعیت حاصل نہین ہوئی تہی یہ محض ظالمانہ اور متعصّبانہ خیال ہے۔ اگر صورت حال یہ ہوتی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مخالف تیرہ برس تک اُن ظلمون اور خونریزیون سے باز رہتے جو مکہ مین اُنسے ظہور پذیر ہوئے اور پہر آپ منصوبہ کر کے یہ تجویز نہ کرتے کہ یا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کر دینا چاہیئے اور یا وطن سے نکال دینا چاہیئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آپ ہی بغیر حملہ مخالفین کے مدینہ کیطرف چلے جاتے تو ایسی بدظنیون کی کوئی جگہ بہی ہوتی۔ لیکن یہ واقعہ تو ہمارے مخالفون کو بہی معلوم ہے کہ تیرہ برس کے عرصہ مین ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم دشمنون کی ہر ایک سختی پر صبر کرتے رہے اور صحابہ کو سخت تاکید تہی کہ بدی کا مقابلہ نکیا جائے چنانچہ مخالفون نے بہت سے خون بہی کئے اور مسلمانون کو زدو کوب کرنے اور خطرناک زخم پہنچانے کا تو کچہہ شمار نہ رہا۔ آخر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کرنے کے لئے حملہ کیا سو ایسے حملہ کیوقت خدا نے اپنے

ہی کو شر اعداء سے محفوظ رکھکر مدینہ مین پہنچادیا اور خوشخبری دی کہ جنہون نے تلوار اٹھائی وہ تلوار ہی سے ہلاک کئے جاوینگے ۔ پس ذرہ عقل اور انصاف سے سوچو کہ کیا اس روئداد سے یہ نتیجہ نکل سکتاہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کچھ جمعیت لوگون کی ہوگئی تو پہر لڑائی کی نیت جو پہلے سے دل مین پوشیدہ تہی ظہور مین آئی؟ افسوس ہزار افسوس کہ تعصب مذہبی کے روسے عیسائی دین کے حامیون کی کہان تک نوبت پونچگئی ہے ۔ یہ بہی نہین سوچتے کہ مدینہ مین جاکر جب مکہ والون کے تعاقب کیوقت بدر کی لڑائی ہوئی جو اسلام کی پہلی لڑائی ہے تو کونسی جمعیت پیدا ہوگئی تہی ۔ اُسوقت تو کل تین سو تیرہ ٣١٣ آدمی مسلمان تہے اور وہ بہی اکثر نوعمر ناتجربہ کار جو میدان بدر مین حاضر ہوئے تہے ۔ پس سوچنے کا مقام ہے کہ اس قدر آدمیون پر بہروسہ کرکے عرب کے تمام بہادرون اور یہود اور نصارے اور لاکہون انسانون کی سرکوبی کے لیئے میدان مین کسی کا نکلنا عقل فتویٰ دے سکتی ہے؟!!! اس سے صاف ظاہر ہے کہ وہ نکلنا اُن تدبیرون اور ارادون کا نتیجہ نہین تہا جو انسان دشمنون کے ہلاک کرنے اور اپنی فتحیابی کے لئے سوچتا ہے ۔ کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو کم سے کم تیس چالیس ہزار فوج کی جمعیت حاصل کرلینا ضروری تہا اور پہر اسکے بعد لاکہون انسانون کا مقابلہ کرنا ۔ لہذا صاف ظاہر ہے کہ یہ لڑائی مجبوری کیوقت خداتعالیٰ کے حکم سے ہوئی تہی نہ ظاہری سامان کے بہروسہ پر ۔

اس جگہ ایک اور اعتراض کو دفع کرنا بہی ضروری ہے اور وہ یہ ہے کہ اگر مدار نجات توحید اور اعمال صالحہ ہین جو خدا کی محبت اور خوفسے ظہور پذیر ہون تو یہودیون کو کیون اسلام کیطرف بلایا گیا کیا یہودیون مین ایک ہی ایسا آدمی باقی نہین رہا جو عملی طور پر توحید کا پابند اور خدا کی اطاعت کا جوا اپنی گردن پر رکہتا ہو؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ہم ثابت کرچکے ہین کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور کیوقت اکثر یہود اور نصاریٰ فاسق تہے جیساکہ قرآن شریف صاف گواہی دیتا ہے کہ **واکثرھم فاسقون** ۔ پس جبکہ اکثر لوگ اُن مین فاسق تہے جنہون نے عملی طور پر توحید کے آداب اور اعمال صالحہ کو چہوڑدیا تہا اس لیئے خدا کے رحم نے اُن کی اصلاح کے لیئے اپنی سنت قدیمہ کیموافق یہی تقاضا کیا کہ اُن کیطرف رسول بہیجے ۔ پہر اگر فرض بہی کرلین کہ اُن مین کوئی شاذ ونادر موحد اور صالح تہا ۔ سو وہ خدا کے رسول سے سرکش ہوکر صالح نہ رہا اور جبکہ ادنی گناہ انسان کے دل کو سیاہ کردیتا ہے تو پہر کیونکر باور کیا جاوے کہ خدا کے رسول کی نافرمانی کرنیوالا اور اُس سے عداوت رکہنیوالا پاک دل رہ سکتا ہے ۔

سوال ۳ ۔ قرآن مین انسان اور خدا کیساتہ محبت کرنے کے بارہ مین اور خدا کی انسان کیساتہ محبت کرنے کے بارہ مین کونسی آیتین ہین جن مین خاص محبت یا حب کا فعل استعمال کیا گیا ہے ۔

الجواب ۔ واضح ہو کہ قرآن شریف کی تعلیم کا اصل مقصد یہی ہے کہ خدا جیساکہ

واحد لاشریک ہی ایساہی اپنی محبت کے رُو سے بہی اُسکو واحد لاشریک ٹہیراؤ جیساکہ کلمہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ جو ہروقت مسلمانون کو وردِ زبان رہتاہے اسی کیطرف اشارہ کرتاہے۔ کیونکہ ۔الٰہ ۔ ولاہ سے مشتق ہے۔ اوراس کے معنی ہین ایسا محبوب اورمعشوق جسکی پرستش کیجائے ۔ یہ کلمہ نہ توریت نے سکہایا اور نہ انجیل نے صرف قرآن شریف نے سکہایا اور یہ کلمہ اسلام سے ایسا تعلق رکہتاہے کہ گویا اسلام کا تمغہ ہے یہی کلمہ پانچوقت مساجد کے منارون مین بلند آواز سے کہا جاتاہے جس سے عیسائی اور ہندو سب چڑتے ہین جس سے معلوم ہوتاہے کہ خدا کو محبت کیساتہہ یاد کرنا ان کے نزدیک گناہ ہے۔ یہ اسلام ہی کا خاصہ ہے کہ صبح ہوتے ہی اسلامی موذن بلند آواز سے کہتاہے کہ اَشْہَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ یعنی مین گواہی دیتاہون کہ کوئی ہمارا پیارا اور محبوب اور معبود بجز اللہ کے نہین پہر دوپہر کے بعد بہی آواز اسلامی مساجد سے آتی ہے پہر عصر کو بہی یہی آواز پہر مغرب کو بہی یہی آواز اور پہر عشا کو بہی یہی آواز گونجتی ہوئی آسمان کیطرف چڑہ جاتی ہے ۔ کیا دنیا مین کسی اور مذہب مین بہی یہ نظارہ دکہائی دیتاہے؟!!

پہر بعد اسکے لفظ اسلام کا مفہوم بہی محبت پر دلالت کرتاہے ۔ کیونکہ خدا تعالیٰ کے آگے اپناسر رکہدینا اور صدق دلسے قربان ہونے کے لئے طیار ہوجانا جو اسلام کا مفہوم ہے یہ وہ عملی حالت ہی جو محبت کے سرچشمہ سے نکلتی ہے ۔ اسلام کے لفظ سے ہی معلوم ہوتاہے کہ قرآن شریف نے صرف قولی طور پر محبت کو محدود نہین رکہا بلکہ عملی طور پر بہی محبت اور جانفشانی کا طریق سکہایاہے ۔ دنیا مین اور کونسا دین ہے جسکی بانی نے اسکا نام اسلام رکہاہے؟ اسلام نہایت پیارا لفظ ہے اورصدق اور اخلاص اور محبت کے معنے کوٹ کوٹ کراسمین بہرے ہوئے ہین پس مبارک وہ مذہب جسکا نام اسلام ہی ایساہی خدا کی محبت کی بارہ مین اللہ تعالیٰ فرماتاہے وَالَّذِیْنَ آمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰہِ یعنے ایماندار وہ ہین جو سب سے زیادہ خدا سے محبت رکہتے ہین پہر ایک جگہ فرماتاہے فَاذْکُرُوا اللّٰہَ کَذِکْرِکُمْ اٰبَآءَکُمْ وَاَشَدَّ ذِکْرًا ۔ یعنے خدا کو ایسا یاد کرو جیساکہ تم اپنے باپون کو یاد کرتے تہے بلکہ اس سے زیادہ اور سخت درجہ کی محبت کیساتہہ یاد کرو اور پہر ایک جگہ فرماتاہے قُلْ اِنَّ نُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ یعنے اُن کو جو تیری پیروی کرنا چاہتے ہین یہ کہدے کہ میری قربانی اور میرا مرنا اور میرا زندہ رہنا سب اللہ تعالیٰ کے لئیے ہے جو میری پیروی کرنا چاہتاہے وہ بہی اس قربانی کو ادا کرے اور پہر ایک جگہ فرمایا کہ اگر تم اپنی جانون اور اپنے دوستون اور اپنے باغون اور اپنی تجارتون کو خدا اور اُسکے رسول سے زیادہ پیاری چیزین جانتے ہو تو الگ ہوجاؤ جب تک خدا تعالیٰ فیصلہ کرے اور ایسا ہی ایک جگہ فرمایا وَیُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰی حُبِّہٖ مِسْکِیْنًا وَّیَتِیْمًا ق

اسیرًا۔ انما نطعمکم لوجہ اللہ لا نرید منکم جزاءً ولا شکورًا

یعنے مومن وہ ہین جو خدا کی محبت سے مسکینون اور یتیمون اور اسیرون کو کہانا کہلاتے ہین اور انہین کہتے ہین کہ ہم محض خدا کی محبت اور اُسکے مُنہ کے لئے تمہین دیتے ہین ہم تم سے کوئی بدلہ نہین چاہتے اور نہ شکر گذاری چاہتے ہین

غرض قرآن شریف ایسی آیتون سے بہرا پڑا ہے جہان لکہا ہے کہ اپنے قول اور فعل کے رو سے خدا کی محبت دکہلاؤ اور سب سے زیادہ خدا سے محبت کرو لیکن اس سوال کی یہہ دوسری جز کہ قرآن شریف مین کہان لکہا ہے کہ خدا بہی انسانون سے محبت کرتا ہے؟ پس واضح ہو کہ قرآن شریف مین یہ آیات بکثرت موجود ہین کہ خدا توبہ کرنیوالون سے محبت کرتا ہے اور خدا نیکی کرنیوالون سے محبت کرتا ہے اور خدا صبر کرنیوالون سے محبت کرتا ہے۔ ہان قرآن شریف مین یہ کہین نہین کہ جو شخص کفر اور بدکاری اور ظلم سے محبت کرتا ہے خدا اس سے بہی محبت کرتا ہے۔ بلکہ اُس جگہ اُسنے احسان کا لفظ استعمال کیا ہے جیسا کہ وہ فرماتا ہے وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ یعنے تمام دُنیا پر رحم کرکے ہم نے تجہے بہیجا ہے۔ اور عالمین مین کافر اور بے ایمان اور فاسق اور فاجر بہی داخل ہین اور اُن کے رحم کا دروازہ اسطرح پر کہولا کہ وہ قرآن شریف کی ہدایتون پر چلکر نجات پا سکتے ہین مین اس بات کا بہی اقرار کرتا ہون کہ قرآن شریف مین خدا کی محبت انسانون سے اس قسم کی بیان نہین کی گئی کہ اس نے کوئی اپنا بیٹا بدکارون کے گناہون کے بدلہ مین سولی دلوا دیا اور انکی لعنت اپنے پیارے بیٹے پر ڈالدی۔ خدا کے بیٹے پر لعنت نعوذ باللہ خدا پر لعنت ہی۔ کیونکہ باپ اور بیٹا دو نہین ہین اور ظاہر ہے کہ لعنت اور خدائی ایک جگہ جمع نہین ہو سکتین پہر یہ بہی سوچو کہ خدا کا دُنیا کے بدکارون سے یہ کیسی محبت ہی کہ نیک کو مارا اور بُرے سے پیار کیا۔ یہ ایسا خلق ہے جسکی کوئی راستباز پیروی نہین کر سکتا

اور اس سوال کی تیسری جز یہ ہے کہ قرآن شریف مین یہ کہان لکہا ہے کہ انسان انسان کیساتہہ محبت کرے۔ اس کا جواب یہ ہی کہ قرآن نے اس جگہ بجائے محبت کے رحم اور ہمدردی کا لفظ لیا ہے کیونکہ محبت کا انتہا عبادت ہی اس لئے محبت کا لفظ حقیقی طور پر خدا سے خاص ہے[*] اور نوع انسان کے لئے بجائے محبت کے خدا کے کلام مین رحم اور احسان کا لفظ ہے۔ کیونکہ کمال محبت پرستش کو چاہتا ہے اور کمال رحم ہمدردی کو چاہتا ہے۔ اس فرق کو غیر قومون نے نہین سمجہا۔ اور خدا کا حق غیرون کو دیا۔ مین یقین نہین رکہتا کہ یسوع کے مُنہ سے ایسا مشرکانہ لفظ نکلا ہو بلکہ میرا گمان ہے کہ یہ پیچہے سے یہ مکروہ الفاظ انجیلون مین ملا دئے گئے ہین اور پہر ناحق یسوع کو بدنام کیا گیا۔ غرض خدا کی پاک کلام مین بنی نوع کے لئے رحم کا لفظ آیا ہے جیسا کہ وہ فرماتا ہے تواصوا بالحق وتواصوا

[†] خدا کی محبت انسان کی محبت کیطرح نہین جسمین یہ داخل ہے کہ جدائی سے درد اور تکلیف ہو بلکہ خدا کی محبت سے مراد یہ ہے کہ وہ نیکی کرنیوالون کیساتہہ ایسا پیش آتا ہے جیسا کہ محب پیش آتا ہے۔ منہ

[*] محبت کا لفظ جہان کہین بہم انسانون کی نسبت آیا ہی ہو اس سے درحقیقت حقیقی محبت مراد نہین ہی بلکہ اسلامی تعلیم کے رو سے حقیقی محبت صرف خدا سے خاص ہی اور دوسری محبتین غیر حقیقی اور مجازی طور پر ہین منہ

بالمرحمۃ یعنے مومن وہ ہین جو حق اور رحم کی وصیت کرتے ہین اور پہر دوسری جگہ فرماتا ہے اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِیْتَاءِ ذِی الْقُرْبٰی یعنے خدا کا حکم یہ ہے کہ تم عام لوگون کیساتھہ عدل کرو۔ اور اس سے بڑہکر یہ ہے کہ تم احسان کرو۔ اور اس سے بڑہکر یہ ہے کہ تم بنی نوع سے ایسی ہمدردی بجالاؤ جیسا کہ ایک قریبی کو اپنے قریبی کے ساتھہ ہوتی ہے۔

اب سوچنا چاہیئے کہ اس سے زیادہ دنیا مین اور کونسی اعلیٰ تعلیم ہوگی جس مین تمام بنی نوع کے ساتھہ نیکی کرنا صرف احسان کی حد تک محدود نہین رکہا بلکہ وہ درجہ جوش طبعی بہی بیان کر دیا جسکا نام اِیْتَاءِ ذِی الْقُرْبٰی ہے۔ کیونکہ احسان کرنیوالا اگرچہ احسان کیوقت ایک نیکی کرتا ہے مگر جزاء اور پاداش کا خواہان ہوتا ہے اسی لئے وہ کبہی منکر احسان اور کافر نعمت پر ناراض بہی ہوجاتا ہے۔ اور کبہی جوش مین آکر اپنا احسان بہی یاد دلاتا ہے۔ مگر طبعی جوش سے نیکی کرنا جسکو قرآن نے ذی القربٰی کی نیکی کے ساتھہ شباہت دی ہے یہ درحقیقت آخری درجہ نیکی کا ہے جس کے بعد اور کوئی مرتبہ نیکی کا نہین کیونکہ مان کی نیکی بچہ کیساتھہ اور اسکا رحم ایک طبعی جوش ہے اور نا کارہ شیر خوار سے کوئی شکر گذاری مطلوب نہین

یہ تین درجے بنی نوع کی حق گذاری کے ہین جو قرآن شریف نے بیان فرمائے ہین۔ اب جب ہم توریت اور انجیل کو دیکہتے ہین تو ہمین ایمانا کہنا پڑتا ہے کہ یہ دونون کتابین اعلیٰ درجہ کی حق گذاری سے خالی ہین۔ بہلا ہم ان دونون کتابون سے اس تیسرے درجہ کی کیا توقع رکہین ان مین تو پہلا اور دوسرا درجہ بہی کامل طور پر بیان نہین کیا گیا۔ کیونکہ جس حالت مین توریت صرف یہودیون کے لئے نازل ہوئی ہے اور حضرت مسیح بہی صرف بنی اسرائیل کی بہیڑون کے لئے بہیجے گئے ہین تو اُن کو دوسرون سے کیا غرض اور کیا تعلق تہا تا اُن کی نسبت عدل اور احسان کی ہدائیتین بیان کی جاتین۔ لہذا وہ تمام احکام بنی اسرائیل تک ہی محدود رہے اور اگر محدود نہین تہے تو کیون یسوع نے باوجودیکہ ایک عورت کی نالہ و فریاد کرنے کی آواز سُنی اور اُسکی عاجزانہ درخواست اُس تک پہونچی تو پہر یسوع نے اُسپر رحم نہ کیا اور کہا کہ مین صرف بنی اسرائیل کے لئے بہیجا گیا ہون۔ پس جبکہ یسوع نے خود دوسرون کے لئے جو بنی اسرائیل سے خارج تہے رحم اور ہمدردی مین کوئی عملی نمونہ نہ دکہلایا تو کیونکر امید کیجائے کہ یسوع کی تعلیم مین دوسری قومون پر رحم کرنے کا حکم ہے۔ یسوع نے تو صاف کہدیا کہ مین دوسری قومون کے لئے بہیجا ہی نہیں گیا۔ تو اب ہم کیا امید رکہہ سکتے ہین کہ یسوع کی تعلیم مین غیر قومون پر رحم کرنے کے لئے کچہہ ہدائیتین ہین۔ نہین بلکہ یسوع کی تعلیم کا رُخ صرف یہودیون کی طرف ہی۔ اور یسوع خود اپنے تئین اس بات کا مجاز نہین سمجہتا۔ کہ دوسری قومون کی نسبت کچہہ ہدائیتن بیان فرمائے۔ پہر وہ کیونکر

عام طور پر رحم کی تعلیم دے سکتا تھا اور اگر انجیل مین یسوع کے اس کلمہ کے مخالف کہ میری تعلیم اور ہمدردی یہود تک محدود ہے کوئی اور کلمہ لکھا ہی گیا ہو تو بلاشبہ وہ کلمہ الحاقی ہوگا کیونکہ تناقص جائز نہین -

اسی طرح توریت کے پیش نظر بھی صرف یہودی تھے اور توریت کی تعلیم کا بھی تمام پرواز یہودیون کے سرون تک ہی لیکن وہ قانون جو عام عدل اور احسان اور ہمدردی کے لئے دنیا مین آیا وہ صرف **قرآن** شریف ہی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے قل یاایہا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعا۔ یعنے کہو اے لوگو مین تم سب کیطرف رسول کرکے بھیجا گیا ہون اور پھر فرمایا **و**ما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین یعنے ہم نے تمام عالمون پر رحمت کرنے کے لئے تجھے بھیجا ہے -

سوال -۴ مسیح نے اپنی نسبت یہ کلمات کہے "میرے پاس آؤ تم جو تھکے اور ماندے ہو کہ مین تمہین آرام دونگا" اور یہ کہ "مین روشنی ہون - اور مین راہ ہون - مین زندگی اور راستی ہون - کیا بانی اسلام نے یہ کلمات یا ایسے کلمات کسی جگہ اپنی طرف منسوب کئے ہین

الجواب - قرآن شریف مین صاف فرمایا گیا ہے قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ الخ یعنے اُن کو کہدے کہ اگر خدا سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو تا خدا بھی تم سے محبت کرے اور تمہارے گناہ بخشے - یہ وعدہ کہ میری پیروی سے انسان خدا کا پیارا بنجاتا ہے مسیح کے گذشتہ اقوال پر غالب ہے - کیونکہ اس سے بڑھکر کوئی متعلم نہین کہ انسان خدا کا پیارا ہو جاوے - پس جسکی راہ پر چلنا انسان کو محبوب الٰہی بنادیتا ہے اس سے زیادہ کس کا حق ہے کہ اپنے تئین روشنی کے نام سے موسوم کرے - اسی لئے اللہ جل شانہ نے قرآن شریف مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام **نور** رکھا ہے جیسا کہ فرماتا ہے قد جاءکم من اللہ نور - یعنے تمہارے پاس خدا کا نور آیا ہے - اور یہ جملہ کہ تم جو تھکے ماندے ہو میری پاس آجاؤ مین تمہین آرام دونگا یہ کیسا لغو معلوم ہوتا ہے اگر آرام سے مراد دنیا کا آرام اور بے قیدی ہے تب تو یہ فقرہ بلاشبہ صحیح ہے کیونکہ مسلمان جب مسلمان ہوتا ہے تو اسکو پانچوقت نماز پڑہنی پڑتی ہے - علی الصبح سورج سے پہلے صبح کی نماز کے لئے اُٹھنا پڑتا ہے اور پانی سے گو موسم سرما مین کیسا ہی ٹھنڈا پانی ہو وضو کرنا پڑتا ہے - اور پھر پانچ وقت مسجد کیطرف نماز جماعت کے لئے دوڑنا پڑتا ہے اور پھر قریباً ایک پہر رات باقی رہتے خواب شیرین سے اُٹھکر تہجد کی نماز پڑہنی پڑتی ہے غیر عورتون کے دیکھنے سے اپنے تئین بچانا پڑتا ہے شراب اور ہر ایک نشے سے اپنے تئین دور رکھنا پڑتا ہے خدا کے مواخذہ سے خوف کرکے حقوق عباد کا لحاظ رکھنا پڑتا ہے - اور ہر ایک سال مین برابر تیس یا انتیس روز خدا تعالیٰ کے حکم سے روزہ رکھنا پڑتا ہے اور تمام مالی اور بدنی وجانی عبادات کو بجالانا پڑتا ہے پھر جب ایک بد بخت جو پہلے مسلمان تھا عیسائی ہو گیا تو ساتھ ہی یہ تمام بوجھ اپنے عمر سے اتار لیتا ہے

اور سونا اور کہانا اور شراب پینا اور اپنے بدن کو آرام مین رکہنا اسکا کام ہوتا ہے اور یکدفعہ تمام
اعمال شاقہ سے دستکش ہوجاتا ہے اور حیوانون کیطرح بجز اکل و شرب اور ناپاک عیاشی کے اور
کوئی کام اُسکا نہین ہوتا۔ پس اگر یسوع کے گذشتہ بالا فقرہ کے یہی معنے ہین کہ تمہین آرام دونگا
تو بیشک ہم قبول کرتے ہین کہ درحقیقت عیسائیون کو اس چندروزہ سفلی زندگی مین بوجہ اپنی
بے قیدی کے بہت ہی آرام ہے یہانتک کہ اُن کی دنیا مین نظیر نہین۔ وہ مکہی کیطرح ہر ایک
چیز پر بیٹہہ سکتے ہین اور وہ خنزیر کیطرح ہر ایک چیز کہا سکتے ہین۔ ہندو گائے سے پرہیز کرتے
ہین اور مُسلمان سُور سے مگر یہ بلا نوش دونون ہضم کرجاتے ہین سچ ہے "عیسائی باش ہرچہ
خواہی بکن"۔ سور کو حرام ٹہرانے مین توریت مین کیا کیا تاکیدین نہین۔ یہانتک کہ اُسکا چہونا بہی
حرام تہا اور صاف لکہا تہا کہ اُسکی حرمت ابدی ہے مگر ان لوگون نے اُس سور کو بہی نہین چہوڑا
جو تمام نبیون کی نظر مین نفرتی تہا۔ یسوع کا شرابی کبابی ہونا تو خیر ہم نے مان لیا۔ مگر کیا اس نے کبہی
سور بہی کہایا تہا؟ وہ تو ایک مثال مین بیان کرتا ہے کہ تم اپنے موتی سورون کے آگے مت
پہینکو۔ پس اگر موتیون سے مراد پاک کلمے ہین تو سورون سے مراد پلید آدمی ہین۔ اس مثال مین یسوع
صاف گواہی دیتا ہے کہ سُور پلید ہے کیونکہ مشبہ اور مشبہ بہ مین مناسبت شرط ہے

غرض عیسائیون کا آرام جو اُن کو ملا ہے وہ بے قیدی اور اباحت کا آرام ہے لیکن
روحانی آرام جو خُدا کے وصال سے ملتا ہے اُسکے بارے مین تو مین خدا کی دوہائی دیکر کہتا ہون کہ یہ قوم
اُس سے بالکل **بے نصیب** ہے ان کی آنکہون پر پردے اور اُن کے دل مردہ اور تاریکی مین پڑی
ہوئی ہین۔ یہ لوگ سچے خُدا سے بالکل غافل ہین اور ایک عاجز انسان کو جو ہستی ازلی کے آگے کچہہ بہی
نہین ناحق خُدا بنا رکہا ہے۔ ان مین برکات نہین انمین دل کی روشنی نہین انکو سچے خدا کی محبت
نہین بلکہ اس سچے خدا کی معرفت بہی نہین ان مین کوئی بہی نہین ہان ایک بہی نہین جسمین
ایمان کی نشانیان پائی جاتی ہون اگر ایمان کوئی واقعی برکت ہے تو بیشک اُس کی نشانیان ہونی
چاہئیین۔ مگر کہان ہے کوئی ایسا عیسائی جس مین یسوع کی بیان کردہ نشانیان پائی جاتی ہون؟
پس یا تو انجیل جہوٹی ہے اور یا عیسائی جہوٹے ہین۔ دیکہو قرآن کریم نے جو نشانیان ایماندار کی
بیان فرمائین وہ ہر زمانہ مین پائی گئی ہین۔ قرآن شریف فرماتا ہے کہ ایماندار کو الہام ملتا ہے
ایماندار خُدا کی آواز سُنتا ہے ایماندار کی دعائین سب سے زیادہ قبول ہوتی ہین ایماندار پر غیب کی
خبرین ظاہر کیجاتی ہین۔ ایماندار کے شامل حال آسمانی تائیدین ہوتی ہین۔ سو جیسا کہ پہلے زمانون
مین یہ نشانیان پائی جاتی تہین اب بہی بدستور پائی جاتی ہین۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ
قرآن شریف خدا کا پاک کلام ہے اور قرآن کے وعدے خُدا کے وعدے ہین۔ اُٹہو
عیسائیو! اگر کچہہ طاقت ہے تو **مجہہ سے مقابلہ کرو** اگر مین جہوٹا ہون تو
مجہے بیشک ذبح کردو۔ ورنہ آپ لوگ خُدا کے الزام کے نیچے ہین اور جہنم کی آگ پر آپ لوگون کا

قدم ہے۔ والسلام علیٰ من اتبع الہدای۔ فقط

الراقم

خاکسار میرزا غلام احمد از قادیان

(ضلع گورداسپور) ۲۲۔ جون ۱۸۹۷ء

عجیب و غریب مذہبی کتابیں

علاوہ اس کتاب کے کتب مندرجہ ذیل بھی مشتہر کے پاس برائے فروخت موجود ہیں۔ جو نقد قیمت آنے پر یا بذریعہ قیمت طلب پارسل روانہ کیجاتی ہیں جن صاحبان کو ضرورت ہو مشتہر سے طلب فرماویں

(۱) شہادۃ القرآن علی نزول المسیح الموعود فی آخر الزمان قیمت فی مجلد (۸/)

(۲) نور القرآن حصہ اول۔ اس رسالہ میں ضرورت قرآن و نبوت آنحضرت صلعم پر ایک لطیف بحث کی گئی ہے قیمت ۳/ (۳) ایقاظ النائمین ہر دو نمبر۔ انمیں فاضل اجل و عالم بے بدل حضرت مولوی سید محمد احسن صاحب امروہی نے ایک نہایت ہی عجیب پیرایہ میں امرتسری مولویوں پر حجت پوری کی ہے۔ قیمت ا/

(۴) محمود کی آمین قیمت ۲ پائی۔ رسالہ ست بچن آریہ دہرم پچاس درخواستوں کے آنے پر بار ثانی طبع کرایا جاویگا۔ قیمت (۱عمہ) ایکروپیہ

المشتہر ڈاکٹر عباد اللہ ایم۔ بی۔ کٹرہ جیمل سنگہ امرتسر پنجاب